بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۹	ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ / اکتوبر ۲۰۱۱ء	شمارہ : ۱۰

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مُدیر اعلٰی	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے......... سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۸
حدود و قصاص : عورت کی شہادت	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲۳
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۷
وفیات		۳۰
ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں فتوی.........		۳۲
ماہِ ذی الحجہ کے فضائل و اَحکام	جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۱
قربانی کے مسائل	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۴۹
صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۵۵
دینی مسائل		۶۱
اخبار الجامعہ		۶۳

خوشخبری

آپ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اِنٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل لنک پر بھی پڑھ سکتے ہیں

http://www.scribd.com/anwaremadina

حرفِ آغاز

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

آج کل ملک جن حالات سے گزر رہا ہے اَور جو اَبتری، بدحالی ، بے چینی بے سکونی اَور پریشانی پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔صوبہ سندھ کے اَندرون میں سیلاب سے ہونے والی تباہی و بربادی اَور اُس سے ہونے والے نقصان کا اَندازہ کرنا مشکل ہے۔کراچی اَور اُس کے مضافات میں قتل وغارت گری اَور بھتہ خوری کا بازار گرم ہے، پورا ملک اِسلام اَور اہلِ اِسلام کے بدترین دُشمن اَمریکہ کے نرغے میں ہے خودکش اَور ڈرون حملے روز مرہ کا معمول بن چکے ہیں جن کی وجہ سے اِنسانیت پٹ کر رہ گئی ہے، میران شاہ پر اَمریکی حملے کے خطرات منڈلا رہے ہیں جس کی وجہ سے اَمریکہ و پاکستان کے حکمرانوں میں سرد جنگ جاری ہے۔صوبہ پنجاب بدترین وباء ڈینگی وائرس کا شکار ہے جس سے روزانہ لوگوں کے مرنے کی اِطلاعات آرہی ہیں اَور ایک خوف کا عالم طاری ہے۔

اِس کے علاوہ بجلی کے بحران اَور مہنگائی کے طاغوت نے عوام الناس کی کمر توڑ رکھی ہے ہر شخص حیران و پریشان ہے اَور ہر فرد کی زبان پر ایک ہی سوال ہے کہ ہم اِن حالات کا شکار کیوں ہو رہے ہیں اَور ہمیں اِن حالات سے نجات کب اَور کیسے ملے گی؟

اِس کا جواب سیدھا سا ہے کہ اِن حالات کے اَسباب پر غور کیا جائے اَور جو اَسباب سامنے آئیں

اُن کے اِزالہ کی کوشش کی جائے تو اِن حالات سے نجات مل سکتی ہے۔ ہمارا حال تو اُن لوگوں کا سا ہے جو کسی جگہ آگ لگی دیکھ کر آگ آگ کا شور مچاتے ہیں لیکن آگے بڑھ کر اُس کے بجھانے کی کوشش نہیں کرتے ایسی صورت میں آگ کیسے ختم ہوسکتی ہے؟ ہمیں قوم سے گلہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے اَمراض کی نشاندہی تو کرتی ہے کہ یہ ہوگیا وہ ہوگیا لیکن اُن کے اَسباب کی طرف توجہ اَور دِھیان نہیں دیتی اَور نہ ہی اُن کے اِزالہ کی کوئی کوشش کرتی ہے۔

کتاب وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا میں آنیوالی آفات و بلیات اَور مصائب وتکالیف کا سبب خود اُن کے اپنے اَعمال ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَاکَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ. (سُورۂ رُوم آیت ۴۱)

''خشکی اَور تری (یعنی تمام دُنیا) میں لوگوں کے (بُرے) اَعمال کے سبب بلائیں (مثلاً قحط، وباء، طوفان) پھیل رہے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض اَعمال کا مزہ اُن کو چکھادے تا کہ وہ (اپنے اِن اعمال سے) باز آجائیں۔''

سب کو معلوم ہے کہ ہم کس قدر دین سے نہ صرف دُور بلکہ دین بیزار بنے ہوئے ہیں، اللہ اَور اللہ کے رسول ﷺ سے کس قدر بغاوت اَور سرکشی کا شکار ہیں اَور کس قدر اللہ اَور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی اَور بدعملی میں مبتلا ہیں۔ سودی لین دین، رشوت خوری، زِنا کاری، جھوٹ بولنا، دھوکا دینا، اَمانت میں خیانت، ایک دُوسرے کے ساتھ ظلم وزیادتی، نااِنصافی، بے اِیمانی، بے حیائی، فحاشی، عریانی اَور اِن کے علاوہ کون سے گناہ ہیں جو ہم میں نہیں پائے جاتے۔ یہی وہ اَسباب ہیں جن کی وجہ سے ساری قوم مصائب وتکالیف کا شکار ہے۔ جب تک لوگ اِن اَسباب کا اِزالہ نہیں کریں گے اللہ اَور اللہ کے رسول ﷺ سے بغاوت اَور اُن کی نافرمانی وبدعملی کو نہیں چھوڑیں گے اُس وقت تک کبھی بھی یہ حالات نہیں بدلیں گے۔

اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو ایک وہ اَحادیث بھی ذکر کردی جائیں جن سے آج کل کے پیش آمدہ حالات کا بخوبی تجزیہ اَور اِن اَمراض کے اَسباب کا پتہ چلتا ہے چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ :

''رسول اللہ ﷺ ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور اِرشاد فرمایا :

اے مہاجرین! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہو جاؤ اَور خدا نہ کرے کہ تم مبتلا ہو (تو پانچ چیزیں بطورِ نتیجہ ضرور ظاہر ہوں گی) پھر اُن کی تفصیل فرمائی کہ (۱) جب کسی قوم میں کھلم کھلا بے حیائی کے کام ہونے لگیں تو اُن میں ضروری طاعون اَور ایسی ایسی بیماریاں پھیل پڑیں گی جو اُن کے باپ دَادوں میں کبھی نہیں ہوئیں۔ (۲) اَور جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے گی تو قحط اَور سخت محنت اَور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے اُن کی گرفت کی جائے گی۔ (۳) اَور جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک لیں گے اُن سے بارش روک لی جائے گی (حتّٰی کہ) اگر چوپائے (گائے، بیل، گدھا، گھوڑا وغیرہ) نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو۔ (۴) اَور جو قوم اللہ اَور اُس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ دے گی، خدا اُن پر غیروں میں سے دُشمن مسلط فرمائے گا جو اُن کی بعض مملوکہ چیزوں پر قبضہ کر لے گا۔ (۵) اَور جس قوم کے بااِقتدار لوگ اللہ کی کتاب کے خلاف فیصلے دیں گے اَور اَحکامِ خداوندی میں اپنا اِختیار و اِنتخاب جاری کریں گے تو وہ خانہ جنگی میں مبتلا ہوں گے۔'' (ابنِ ماجہ)

ایک اَور حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ :

''جب کوئی قوم مالِ غنیمت میں خیانت کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے دِلوں میں دُشمن کا رُعب (اَور خوف) ڈال دیتے ہیں۔ جب کسی قوم میں زناکاری پھیل جاتی ہے تو اُس میں اَموات کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اُس کا رزق اُٹھا لیا جاتا ہے (یعنی اُس کے رِزق میں برکت ختم کردی جاتی ہے)۔ جو قوم غیر منصفانہ اَور ناحق اَحکام جاری کرنے لگتی ہے (یعنی جس قوم کے اَربابِ اِقتدار اَحکام و فیصلوں کے نافذ کرنے میں عدل و اِنصاف اَور مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے یا جہل و نادانی کی وجہ سے غلط سلط فیصلے کرنے لگتے ہیں) تو اُن کے دَرمیان خون ریزی پھیل جاتی ہے۔ اَور جو قوم اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اُس کے دُشمن کو مسلط کر دیتے ہیں۔'' (رواہ مالک بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۵۹)

اِن اَحادیثِ مبارکہ میں جن گناہوں اَور معصیتوں پر اُن کے مخصوص نتائج کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اپنے نتائج کے ساتھ اِس دھرتی پر بسنے والے بیشمار اِنسانوں میں موجود ہیں۔

سب سے پہلی بات جو آنحضرت علیہ السلام نے اِرشاد فرمائی یہ ہے کہ جس قوم میں کھلم کھلا بے حیائی کے کام ہونے لگیں گے اُن میں ضرور طاعون پھیلے گا اَور ایسی ایسی بیماریاں بکثرت ظاہر ہوں گی جو اُن کے باپ دَادوں میں کبھی نہ ہوئی ہوں گی۔

آج بے حیائی اَور فحش کاری جس قدر عام ہے اَور سڑکوں پارکوں کلبوں اَور نام نہاد قومی اَور ثقافتی پروگراموں میں، عرسوں اَور میلوں میں، ہوٹلوں اَور دعوتی پارٹیوں میں جس قدر بے حیائی کے کام ہوتے ہیں وہ سب پر عیاں ہیں اُن پر کسی قسم کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ملک میں جس قدر زِنا کی کثرت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، ایسے ایسے واقعات سننے میں آرہے ہیں کہ آدمی سر پکڑ کر اَور اِنسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

مولانا نعیم الدین صاحب نے ایک واقعہ بتلایا کہ اُن کے پاس ایک نوعمر لڑکا مسجد میں آیا کہ ایک مسئلہ علیحدگی میں دریافت کرنا ہے پھر اُس نے بتایا کہ میرے ایک لڑکی سے تعلقات ہیں اَور میں نے اُس سے زِنا کیا ہے، کیا اِس کا کوئی تدارک ہوسکتا ہے؟ ناچیز اُس کے قد کاٹھ اَور عمر کو دیکھ کر اَور اُس کے اِس فعلِ بد کو سن کر حیران رہ گیا کہ کیا عمر اَور کیا حرکات، **الامان والحفیظ**.

اِن ہی کے بقول اِن کے ایک دوست ذکر کرنے لگے کہ اُن کو ایک بیوہ خاتون کا فون آیا کہ میرے ایک شخص سے تعلقات تھے وہ مجھ سے یہ کہہ کر صحبت (زِنا) کرتا رہا کہ ہم دونوں چونکہ نکاح پر راضی ہیں تو یوں سمجھو کہ ہمارا نکاح ہوا ہوا ہے، بعد میں جب مجھے پتہ چلا کہ یہ تو زِنا ہو رہا ہے تو اُس نے مجھ سے نکاح کر لیا، میں اگرچہ اِس گناہ سے بچ گئی لیکن کچھ دِن بعد پتہ چلا کہ یہ شخص میری تیرہ چودہ سال کی بچی سے زِنا کرتا رہا ہے اَور اُس سے اِس بچی کو چار ماہ کا حمل ٹھہر چکا ہے، مجھے جب یہ پتہ چلا تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی جی چاہا کہ گڑھا کھدے اَور میں اُس میں دفن ہو جاؤں۔ یہ قصہ سنا کر وہ خاتون زَار و زَار رونے لگی اَور پوچھنے لگی کہ بتائیے میں کیا کروں؟

شاہدرہ کے ایک باریش و متقی نوجوان کا واقعہ ہے وہ رو کر کہنے لگے کہ بال بچے دار ہوں ہر طرح کی

راحت و آرام کا سامان موجود ہے لیکن ایک کرب اَور بے چینی کا شکار ہوں ۔ بیوی کے پاس موبائل ہے اَور وہ اُس کے اِستعمال کی عادی ہے ایک مرتبہ اُس کا نمبر محلّہ کے ایک نوجوان سے مل گیا اُس سے تعلقات ہوگئے اَور نوبت زِنا تک پہنچی ہوئی ہے حالات اِس قدر بگڑ چکے ہیں کہ مجھ سے سنبھالے نہیں سنبھلتے، بتائیے کیا کروں؟

شاہدرہ ہی کا یہ قصہ سننے میں آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر بیوی کی ماں (سگی ساس) سے شادی کرلی۔

اَور یہ واقعہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ کینیڈا سے دو بچیاں سگے چچا کے پاس کچھ دِن کے لیے پاکستان آئیں، سگا چچا اُن کی عزتوں سے کھیلتا رہا۔

اِن جیسے نہ جانے کتنے واقعات ہیں جو رَوز اِس دھرتی پر پیش آرہے ہیں پھر اِس بے حیائی عریانی فحاشی اَور زِناکاری کے نتیجے میں خدا کا قہر نازل نہ ہو تو کیا ہو؟ پھر اگر وبائی اَمراض، طاعون، ہیضہ، ڈینگی، ایڈز اَور اِن جیسے دیگر اَمراض جن کے سمجھنے سے بھی ڈاکٹر عاجز ہیں ملک میں پھیل جائیں تو اللہ سے کیا شکوہ کیا گلہ!

اِن اَمراض کے موجود ہونے کا جو سبب اللہ کے سچے پیغمبر ﷺ نے بتایا ہے یعنی بے حیائی اَور زِناکاری کا پھیلنا، جب تک وہ ختم نہ ہوگا نئے نئے اَمراض کا آنا کبھی ختم نہیں ہوگا۔

اِن حالات کا تقاضا ہے کہ پوری قوم اللہ کی طرف رجوع کرے توبہ و اِستغفار کا اہتمام کرے اَور جس طرح بھی ممکن ہو برائی کے اِن اَسباب کو ختم کرنے کی کوشش اَور جدوجہد کرے۔ اُن دُعاؤں کا اہتمام بھی کیا جائے جو حضور ﷺ نے اَمراض سے بچنے کے لیے تعلیم فرمائی ہیں، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ.

مولای صل وسلم دائما ابدا ـ درسِ حدیث ـ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اَقدسؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اَللّٰہ تعالیٰ حضرت اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

خطاء بھول اَور جبر پر آخرت میں گرفت نہیں ہے
اِس اُمت کی خصوصیت اَمر بالمعروف نہی عن المنکر ، اِس کے تارک کی نیکی نیکی نہیں ہے
خاتمہ کے وقت کی حالت معتبر ہوتی ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 67 سائیڈ A 1987 - 03 - 29)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر اُس کی بلا اِرادہ غلطیاں اَور جو غلطیاں بھول کر ہوتی ہیں وہ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ[1] اور جس چیز پر اُن کو مجبور کر کے کرالیا جائے اَور وہ کام شرعًا منع ہو تو گناہ نہیں لکھا جائے گا یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر سے اُٹھادی ہیں۔

قرآنِ پاک میں آتا ہے اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ اگر کسی آدمی پر جبر کیا جارہا ہے اَور اُس سے کوئی ناجائز کام کرایا جارہا ہے ناجائز کلمات کہلائے جارہے ہیں تو اگر اُس کا دِل اِیمان پر قائم ہے تو کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ نے اُس کو معاف فرمایا ہے۔ اِس میں یہ بھی بحث آتی ہے کہ اگر کوئی کفریہ

---
[1] مشکوۃ شریف ص ۵۸۴

کام کرنا پڑ جائے جان بچانے کے لیے تو کیا وہ اللہ کے یہاں معاف ہوجائے گا اَور کیا وہ کام کرکے جان بچانی ضروری ہے یا اِنکار کرکے اپنی جان دیدے تو اِس میں یہ گنجائش نکالی گئی ہے کہ اپنی جان بچانے کے لیے ایسی بات کہہ سکتا ہے ایسا کام کرسکتا ہے اَگر یہ شرط پائی جارہی ہو کہ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ دِل میں اُس کے اِیمان ہی ہے۔

آقائے نامدار ﷺ کی اُمت بہت بعد تک چلنے والی ہے قیامت تک، تو اُس میں حالات مختلف آسکتے ہیں ایسے حالات آجاتے ہیں کہ اِنسان جان بچانے کے لیے ایسے کاموں پر مجبور ہوجاتا ہے تو اُن تمام چیزوں کے لیے جو آگے تک پیش آسکتی ہیں اُصول قواعد بتادِیے گئے کہ یہ قاعدے ہیں علماء نے اُس پر مزید محنت کی اَور اُنہوں نے یہ تمام چیزیں تفصیل سے بیان فرمادیں۔

آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ساری اُمتوں میں تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی یہاں تک تو یہی ہے اِس میں یہ بھی ہے اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِیْنَ اُمَّۃً تم سے پہلے اُنہتر اُمتیں اَور گزری ہیں تم سترویں اُمت ہو اَنْتُمْ خَیْرُھَا وَاَکْرَمُھَا عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی[1] اُن سب اُمتوں میں تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں تم اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ لائق اِکرام قرار دِیے گئے ہو۔

اِس اُمت کی خوبی، اَچھائی کا حکم دینا برائی سے روکنا :

قرآنِ پاک کی اِس آیت میں یہ آتا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ تمہارے اَندر یہ خوبی ہوگی کہ اَچھائی پھیلاتے رہو گے بُرائی سے روکتے رہو گے یہ اَمر بالمعروف اچھائی کا حکم دینا یہ فرض ہے اَور کس طرح کہے وہ طریقہ بہترین ہونا چاہیے فرمایا اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ حکمت کے ساتھ موثر اَنداز میں وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اچھی طرح وعظ، بہتر اَنداز میں وعظ، اِس طریقے پر ہو اَمر بالمعروف۔ اَمر بالمعروف میں بھی لڑائی ہوجاتی ہے یہ بھی مشکل کام ہے۔

اَمر بالمعروف کا فائدہ :

دُوسری بات یہ ہے کہ اَمر بالمعروف کرنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بہت سی جگہیں ایسی ملیں گی آپ

---

[1] مشکٰوۃ شریف ص ۵۸۴

کو بہت سے آدمی ایسے ملیں گے ماحول ایسے ملیں گے کہ جب آپ اپنی بات کہیں گے تو توقع یہ ہوگی کہ وہ نہیں سُنیں گے لیکن نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سن لیں گے اَور وہ خوش ہوں گے وہ کہیں گے کہ ہمیں بتانے والے نے کبھی بتایا ہی نہیں ہے اُن میں آپ یہ طلب پائیں گے بظاہر یہ نظر آئے گا کہ اِن میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو حق کی راہ اِختیار کر سکے جو صحیح بات سمجھ سکے لیکن آپ جب بات کریں گے تو نتیجہ یہ نہیں نکلے گا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اُن میں سچ مُچ ماننے والے نکل آئیں گے۔

یہ اِس اُمت ہی کی خصوصیت ہے پچھلی اُمتوں میں یہ نہیں رہا معاملہ ساری کی ساری اُمتیں خراب ہوگئیں اِس اُمت میں کیونکہ نبی آنا نہیں تو (اِن کی جگہ) علماء رہے اَور اُن کی زبان میں وہ اَثر رہا اَور اُمت میں یہ صلاحیت رہی کہ وہ قبول کرتی رہے تو آج تک نیکیاں بلا کسی حکومت کے اِرادے کے چلی آرہی ہیں۔ اَفراد میں نیکیاں ملتی ہیں ماحول میں نیکیاں ملتی ہیں دونوں طرح سے نیکیاں ہیں۔

نہی عن المنکر بہت مشکل کام ہے :

اِس سے زیادہ سخت چیز جو ہے وہ نہی عن المنکر ہے بُرائی سے روکنا اَب برائی سے روکنے میں دُوسرا آدمی بُرا مان جاتا ہے کوئی غلطی کرے اُس کو آپ بتلائیں وہ بُرا مانے گا یہ اِنسان کی فطرت ہے تو اُس کو بہتر اَنداز میں بتلانا چاہیے اُس کو اَلگ لے جا کر سمجھا دینا چاہیے غلطی پر متنبہ کر دینا چاہیے اِس کے بھی آداب بتا دِیے گئے۔

اِس کی آخری حد :

اَور اِس کا بھی ماحول بتایا گیا ہے یعنی علمائے کرام کہتے ہیں کہ اَگر کسی جگہ ایک اَور دس کا تناسب ہو یعنی ایک ٹھیک ہے دَس خراب ہیں تو اَمر بالمعروف نہی عن المنکر زبان سے یا ہاتھ سے اُس کے ذمہ نہیں رہتی اُس جگہ دِل سے اُس بُرائی کو بُرا سمجھنا بس یہ کافی ہے۔

دلیل :

کیونکہ قرآنِ پاک میں آیا ہے جہاد کے بارے میں کہ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِأَتَیْنِ پہلے یہ حکم تھا کہ ایک جو ہے وہ دس کے مقابلے میں پیچھے نہ ہٹے بلکہ لڑے، بعد میں اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ

عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا سے یہ واضح ہوگیا کہ تم میں کمزوری ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اُوپر اَب تخفیف فرمادی، تم میں کمزوری ہے تو اِس پر عمل بہت مشکل ہوتا ہے اَب اِیمان والوں کی بھی کثرت ہوگئی مسلمانوں کی بھی کثرت ہوگئی لہٰذا حکم بدل گیا۔ اَب یہ ہے کہ فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِأَتَیْنِ اگر تم سَو ہو جو جم جاؤ تو دوسو پر غالب آجاؤ گے اَور پہلے حکم بڑا سخت تھا دس گُنوں سے مقابلہ۔ اِسی طرح سے اِسی پر قیاس کر کے اُنہوں نے یہ بتلایا کہ اَمر بالمعروف اَور نہی عن المنکر بھی وہاں ہے ضروری کہ جہاں یہ تناسب نہ ہوا گر تناسب وہ ہوگیا جو جہاد کے مسئلے میں آتا ہے تو اللہ نے جہاد میں بھی اُس کی اِجازت دی ہے اَور اُس میں تخفیف کردی ہے تو اِسی طرح سے اَمر بالمعروف اَور نہی عن المنکر میں بھی ہوگی کہ یہ رعایت دی جائے گی۔

اَب وہ آدمی گناہگار ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک قاعدہ ہے کہ اَگر کوئی آدمی بُرائی کو بُرائی سمجھتا رہے اَور بُرے کام پر دِل میں کُڑھتا رہے تو بھی عذاب نہیں آئے گا

اِس کا تارک عذاب کا مستحق کب ہوتا ہے :

اَور اَگر یہ حال ہوجائے کہ بُرائی دیکھتا ہو اَور اُسے بُرا نہ لگتا ہو دِل میں نہ کُڑھتا ہو تو پھر وہ بُرائی والوں میں شامل ہوجائے گا چاہے خود نیکیاں ہی کرتا رہتا ہو مگر بُرائی پر اُس کو دِل میں کوئی دُکھ نہیں ہوتا تو یہ نیکی اللہ کے یہاں نیکی نہیں ہے اَور وہ واقعہ میں نے آپ کو سُنایا ہے کہ ایک فرشتے کو حکم ہوا کہ یہ سرزمین تم اُلٹ دو، اُس فرشتے نے عرض کیا کہ اِن میں خداوندِ کریم تیرا فلاں بندہ ہے لَمْ یَعْصِکَ طَرْفَةَ عَیْنٍ اِس نے کبھی نافرمانی تیری پلک جھپکنے کے برابر بھی نہیں کی یعنی ذرا سا وقت بھی نافرمانی میں نہیں گزارا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِقْلِبْهَا عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ یہ زمین اِس سمیت پلٹ دو اَور وجہ یہ اِرشاد فرمائی کہ لَمْ یَتَمَعَّرْ فِیَّ سَاعَةً قَطُّ [1] اُس نے میرے اَحکام کی نافرمانی اَور معصیت دیکھتے ہوئے کبھی منہ بھی نہیں بنایا یعنی اُس کے دِل میں بھی گرانی نہیں گزری اَور دِل پر جب بار ہوتا ہے تو چہرے پر اَثر اُس کا نمایاں ہوتا ہے تو کبھی اِس نے منہ نہیں چڑھایا بُرائی دیکھ کر۔

اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کا اَدب :

اَب یہ اُمت ایسی ہے کہ اِس میں یہ سلسلہ چلتا رہے گا بُرائی سے روکنے والے بھی رہیں گے اَچھائی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۹

کا حکم کرنے والے بھی رہیں گے اَچھائی پر عمل کرنے والے اَور بُرائی سے رُکنے والے بھی رہیں گے اَور آگے کو بھی پیدا ہوتے چلے جائیں گے تو اِس لیے آقائے نامدار ﷺ نے ہمیں اَمر بالمعروف اَور نہی عن المنکر کے آداب بتلائے طریقہ بتلایا وہ یہ ہے کہ آپ اُس بُرے آدمی سے نفرت نہیں رکھ سکتے بُرائی سے صرف نفرت ہوگی بُرے آدمی سے نفرت نہیں ہوگی ، وہ آدمی جو آج بُرائی کر رہا ہے اَگر وہ توبہ کرلے تو آپ کو وہ اَچھا لگنا چاہیے پھر توبہ کے بعد۔ تو آپ کی جو اُس سے نفرت ہے وہ خدا کے لیے ہوگئی اَور جو محبت ہے وہ بھی خدا کے لیے ہوگئی اُس آدمی سے کوئی نفرت نہیں۔ تو ایک تو یہ پیمانہ ہونا چاہیے اپنا کہ آدمی جب دُوسرے کو بتاتا ہے تو اُس میں اُس کو بُرا سمجھے یا اُس سے نفرت رکھے یہ جائز نہیں ہے، جب نفرت نہیں رکھے گا تب ہی تو اُسے تعلیم دینے کی کوشش بار بار کرتا رہے گا طریقے اِختیار کرتا رہے گا اُسے سمجھانے کے اُس کو صحیح راہ پر لانے کے۔

دُوسرا اَدب :

دُوسرے یہ ہے کہ اپنے آپ کو اُس سے بہتر مت سمجھے کیونکہ یہ کوئی پتا نہیں ہوتا کہ جو آدمی آج نیکی پر نظر آرہا ہے وہ کل بھی رہے گا قائم نیکی پر یا نہیں ؟ اَور جو آدمی آج بُرائی کرتا ہوا دِکھائی دے رہا ہے وہ کل کو بُرائی ہی کرے گا یا توبہ کرلے گا یہ کوئی پتا نہیں۔ پھر یہ بھی کوئی پتا نہیں ہے کہ اِن سب تغیرات کے باوجود ٹھیک رہا خراب ہوگیا پھر ٹھیک رہا پھر خراب ہوگیا اَب کیا پتا کہ مرتے وقت پھر ٹھیک ہوجائے تو جو آدمی اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کی ذمّہ داری اُٹھائے ہوئے ہے وہ کسی شخص سے ذاتی نفرت نہیں رکھ سکتا اَور اپنے آپ کو اُس سے بہتر بالا اَور مُبرا نہیں سمجھ سکتا کیونکہ کوئی پتا نہیں ہے کہ خاتمہ کس آدمی کا کس طرح سے ہوگا۔

اَصل اِعتبار خاتمہ کے وقت کا ہے :

اَور اَصل اِعتبار خاتمہ کا ہے اِنسان نے بُرائی میں زندگی گزاری اَور خاتمہ سے پہلے تائب ہوگیا بس ٹھیک ہے اَور بُرائیاں کتنی بھی کرے کفر سے تو بڑی نہیں ہوتیں۔

ایسے صحابۂ کرام گزرے ہیں جنہوں نے کفر میں زندگی گزاری اَور وفات سے چند منٹ پہلے مسلمان ہوگئے ایک صحابی آئے جہاد ہو رہا تھا اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی پھر اِجازت چاہی جہاد میں شامل ہونے کی کہ میں بھی شامل ہوں اَور دِل چاہتا ہے کہ میں اِسلام قبول کرلوں تو میں جہاد کرلوں ذرا پھر آکر مسلمان ہوجاؤں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم لڑائی میں اَبھی شامل نہ ہو پہلے اِسلام قبول کرو پھر

جہاد کرو، اُنہوں نے اِسی طرح کیا مسلمان ہوگئے جہاد میں شامل ہوگئے اَور شہید ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عَمِلَ قَلِيْلًا وَاُجِرَ كَثِيْرًا [1] عمل اِس نے تھوڑا سا کیا ہے اَجر اِس کو بہت دیا گیا ہے تو اُس کی ساری معصیتیں جو اُس نے کفر کی حالت میں کی ہوں گی وہ بھی اَور کفر جیسی معصیت بھی سب ختم۔

تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی پتا نہیں ہے کسی اِنسان کو کہ جو آخری وقت آئے تو کس حالت میں جانا ہوگا اِس واسطے کوئی آدمی اپنے آپ کو تبلیغ کرتے وقت تلقین کرتے وقت دُوسرے سے اَفضل نہیں سمجھ سکتا یہ دو چیزیں خیال رکھنی ضروری ہیں۔

باقی اُمت ! اُمت کی فضیلت یہ ہے اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً تم سے پہلے بہت اُمتیں گزری ہیں یا ستر پوری یا بہت مراد ہے باقی تم بہترین اُمت ہو اَور تمہاری یہ خصوصیت ہے اَور یہ فضیلت تمہیں حاصل رہے گی کہ تم اَمر بالمعروف بھی کرتے رہو گے نہی عن المنکر بھی کرتے رہو گے اَور تم ہی میں یہ فضیلت جاری رہے گی کہ لوگ قبول بھی کرتے رہیں گے اَور عمل بھی کرتے رہیں گے حکومت توجہ کرے نہ کرے اَفراد کرتے ہیں توجہ اَور اَفراد اپنی پرواکرتے ہیں اَور ٹھیک ہوتے ہیں عمل ٹھیک کرتے ہیں اَور اَفراد تبلیغ کرتے ہیں تعلیم دیتے ہیں دِین سکھاتے ہیں دِین کی حفاظت کرتے ہیں ایک ایک سطر ایک ایک نقطے کی حفاظت کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو شرف بخشا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے جیسے فرمایا تھا اِتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی بالکل وہ بات سچی ہے اَور اُسی طرح سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر اِستقامت دے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا..........

---

[1] بخاری شریف کتاب الجہاد باب عمل صالح قبل القتال حدیث نمبر ۲۸۰۸ ج ۲ ص ۶۲۷، مطبوعہ اَلطاف اینڈ سنز کراچی

علمی مضامین سلسلہ نمبر۴۵ (قسط : ۲، آخری)

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

حدود وقصاص : عورت کی شہادت

اِسلامی قانونِ شہادت

مضمونِ شہادت پر مزید اِشکالات کے جوابات

تمہید :

مضمونِ شہادت کا ایک حصہ روزنامہ جنگ میں ۶ / مارچ ۱۹۸۳ء کو شائع ہو گیا تھا اُس کے بعد اِس موضوع پر متعدد حضرات کے مضامین طبع ہوتے رہے چونکہ میرا مخاطب کوئی فرد نہیں بلکہ مسئلہ پیشِ نظر ہے اِس لیے اِن مضامین میں جو اِشکالات سامنے آئے اُن کے جوابات لکھ رہا ہوں اُن میں یہ بات قدرِ مشترک کے طور پر ہر ایک نے کہی ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کی حالت اَور تھی اَب اَور ہے۔ اُس زمانہ میں علم عام نہ تھا اَب عورتیں پڑھی لکھی ہوتی ہیں، پی ایچ ڈی ہوتی ہیں، وکیل ہوتی ہیں، ڈاکٹر ہوتی ہیں (ایف آر سی پی) لہٰذا مردوں کے برابر ہی اُن کی شہادت کا درجہ قرار دینا چاہیے جیسے کہ مغربی ممالک میں ہوتا ہے۔

اِس اِشکال کے بارے میں یہ عرض ہے کہ

تقابل نوع کا نوع سے ہوتا ہے :

(ا) تقابل نوع کا نوع سے ہوا کرتا ہے۔ کیا واقعی پوری دُنیا کی عورتیں اہلیت میں پوری دُنیا کے مردوں کے برابر ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا یہ دعوی غلط ہے کہ مرد اَور عورت اہلیت میں برابر ہوتے ہیں۔ اَور جب قدرت کی عطا کردہ اہلیت میں برابری نہیں ہوئی تو یقینًا درجہ اَوّل اَور درجہ دوم کا فرق ماننا پڑے گا اَور یہ خود قرآنِ کریم کی آیت سے ثابت ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اَور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ (پارہ۲ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸)

سرجن ہوں یا پی ایچ ڈی یا قانون دان اَور حکام ذرا شمار تو کریں کہ آج ترقی یافتہ اَور خاص مغربی ممالک میں کتنے مرد ہیں اَور کتنی عورتیں، نیز رُوس میں جب سے کمیونزم آیا ہے کتنے مرد صدر اَور وزیر اعظم ہوئے اَور کتنی عورتیں، اَور اَمریکہ میں کتنے مرد صدر ہوئے اَور کتنی عورتیں، بقولِ بعض جب وہاں مرد و عورت برابر ہیں تو یقینًا ظلم کی وجہ سے تو ایسا نہیں ہوسکتا پھر یا تو رُوس چین اَور اَمریکہ میں عورتوں کو حکومت کرنے کا شوق ہی نہیں ہے یا قدرتی ساخت اَور اہلیت میں درجہ بندی کی وجہ سے ہی وہاں حکومت پر نہیں آسکیں۔ کسی مقالہ نگار نے اِس طرف توجہ نہیں دی جو نااِنصافی ہے۔

یورپ ! مرد و عورت میں مساوات، آزادی، بے شرمی، خود شوہر ڈھونڈنا :

یورپ میں عورت مرد میں جو مساوات ہے وہ آزادی، بے شرمی، خود اپنے لیے شوہر پسند کر لینے اَور مرد کو طلاق دے سکنے میں ہے۔ اگر یہاں کی عورتیں طلاق کا حق لے کر سمجھتی ہیں کہ وہ مردوں کے برابر ہو جائیں گی تو اِس کے بارے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اِس کی اِسلام میں بھی گنجائش ہے۔ مقالہ نگار حضرات نے مذکورہ بالا آیت اَور اُس کے ہم مضمون دُوسری آیات کو بھی یکسر نظر اَنداز کر دیا۔ ایسا کیوں کیا؟ کیا یہ قرآن میں نہیں ہیں۔

قرآنِ پاک ہی میں دُوسری جگہ اِرشاد ہے :

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ .

(پارہ ۵ سُورۃ النساء آیت نمبر ۳۴)

''مرد عورتوں کے معاملات کے اِنچارج ہیں اِس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی۔''

یہی قرآنِ پاک میں ہے یہی دُنیا میں ہو رہا ہے کیونکہ یہی حقیقت ہے باقی سب لفاظی اَور تصنع ہے جس کا کوئی وجود نہیں۔

وراثت کے اَحکام میں اِشاد ہوا :

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ . (پارہ ۴ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱)

''ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔''

یہ کہنا کہ پہلے زمانہ میں عورتوں میں حافظہ وعلم نہ تھا اپنی تاریخ سے بے خبری پر مبنی ہے :

(۲) مقالہ نگار حضرات اَور عوام کا یہ کہنا کہ اُس زمانہ میں عورتوں میں حافظہ اَور علم نہ تھا یہ بالکل ہی بے بنیاد اَور اپنی ہی تاریخ سے بے خبری پر مبنی ہے۔ عرب کی آب و ہوا میں رہنے والے لوگوں کا حافظہ آج بھی ہمارے علاقہ کے باشندوں کے حافظہ سے بہت بہتر ہے۔ اِسلام کی آمد کے زمانہ میں اَور اُس سے پہلے عورتیں شاعر ہوتی رہی ہیں عربی زبان، شعر واَدب کی تاریخ میں عورتوں کی قوتِ حفظ وشعر کے عجیب عجیب واقعات موجود ہیں۔

خَنسَاء وغیرہ مشہور شاعر گزری ہیں اَور اَزواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ اَور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما بہت بڑی عالم تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جیسی نواب خاندان کی اَور نواب کی بیوی بھی اَزواجِ مطہرات میں تھیں اَزوجِ مطہرات اَور بناتِ رسول اللہ ﷺ میں کم اَز کم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو اُس وقت موجود ہی تھیں جب شہادت کی یہ آیتِ مبارکہ اُتری۔ کیا یہ علم اَور وحی کے گہوارہ میں پلنے والی کم سمجھ کم علم اَور جاہل تھیں؟

مکہ مکرمہ کے بچے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اِسی لیے لین دین کے معاملات میں لکھنے کا حکم نازل ہوا :

(۳) ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ اُس زمانہ میں لوگ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ یہ بات بھی اپنی تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے مکہ مکرمہ کے بچے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اُن کا پیشہ تجارت وصنعت تھا وہ ہر سال شام ویمن کے ششماہی تجارتی سفر کرتے رہتے تھے۔ دُنیا کی اعلیٰ تہذیب یافتہ قوموں میں جاتے اَور

وہاں کے لوگوں سے گھلتے ملتے رہتے تھے۔ مکہ مکرمہ سے مہاجرین جب مدینہ منورہ آئے تو یہاں بھی یہی ماحول ہوگیا اِسی لیے سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں لین دین وغیرہ معاملات میں لکھنے کا حکم اُترا اِس آیت میں 'خود لکھنا' جاننے کی ترغیب ہے نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی وصیت لکھ کر رکھے (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۸۲) اَور یہ حکم اُس وقت دیا تھا کہ جب تک میراث کے اَحکام نہ اُترے تھے۔

کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اگرچہ لکھنے کے لیے کاغذ عام نہ تھا اِس لیے کاغذ نہ ہوتا تو چمڑے، لکڑی کی تختیاں اَور پتے وغیرہ بھی کام میں لائے جاتے تھے اَور لکھنے پڑھنے کا کافی حد تک رواج تو خود سورۂ بقرہ میں قرآنِ پاک کی اِس آیتِ شہادت ۲۸۲ ہی سے ثابت ہورہا ہے ورنہ کہا جائے گا کہ حق تعالیٰ نے لوگوں کو مشکل کام کا حکم فرمایا جس پر وہ عمل نہ کرسکتے تھے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۹۶)

لہٰذا اہلِ مغرب اَور مستشرقین کی تحریرات سے متاثر ہوکر یہ کہہ دینا کہ اُس زمانہ میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا، عورتیں جاہل اَور کم سمجھ ہوتی تھیں غلط ہے اَور تاریخِ اِسلام کے منافی ہے اِبتدائی دَور میں بچوں کو لکھنا سکھانے کا عام دستور تھا کَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ (بخاری ج ۱ ص ۳۹۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے تو یہ ہوگئی تھی کہ عورتوں کو لکھنا مت سکھاؤ۔ (قرطبی ج ۱۲ ص ۱۵۸)

حدود میں عورتوں کی گواہی نہ رکھنے کی ایک حکمت، نہ مکلّف ہوگی نہ گناہ ہوگا :

یہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ گواہی دینے والے کی طرف سے دُوسرے فریق کے دِل میں برائی آتی ہے اَور گواہ نشانہ بنتا ہے۔ خصوصًا آج کے دَور میں پھر اَگر عورتوں کی گواہی سخت سزا والے جرائم میں جاری رکھی جاتی جیسے کہ گواہ کے لیے گواہی دینے کا تاکیدی حکم موجود ہے تو آپ خود ہی غور کریں کہ وہ آپس کی دُشمنی میں نشانہ ضرور بنیں گی تو پھر کیا حال ہوگا ؟

عورتوں سے دُشمن کا بدلہ لینا بھی آسان ہے اَور مردوں کے کام پر چلے جانے کے بعد گھروں میں اکیلی رہتی ہیں مکانات کے دروازے بھی کھلے رہتے ہیں۔ اُن کی گواہی واجب کردینے میں عقلاً یہ خرابی بھی لازم آتی ہے جس میں نفع کم اَور نقصان عظیم ہے۔ یہ خدا کی رحمت ہے کہ اُس نے عورت کی شہادت ہی حدود میں ساقط کردی، نہ مکلّف ہوگی نہ گناہ ہوگا کہ گواہی کیوں نہیں دی۔

شہادت کے موضوع پر طبع ہونے والے مضامین سے میں یہ سمجھا ہوں کہ اَکثر لوگ ''سزاؤں'' اَور

''حدود'' میں فرق نہیں جانتے۔ اِسی طرح وہ ''شہادت'' اَور ''خبر'' کا فرق بھی نہیں جانتے۔ اِس فرق کو مدِّنظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ شریعتِ پاک نے یہ فرق بتلایا ہے۔

''تعزیر'' اَور ''حدود'' میں فرق :

''حدود'' خاص جرائم کی خاص سزائیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادی ہیں اَور مجرم پر اُس کے اِقرار یا گواہوں کی شہادت کے بعد حاکم مجبور ہوتا ہے کہ حد یعنی وہ خاص سزا جاری کرنے کا حکم دیدے اَور اُس سے یہ اِختیار ہی نہیں ہوتا کہ وہ اُس میں کمی بیشی کر سکے ایسی تمام صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی شہادت اُن کی اَدنی کمزوری کی وجہ سے (جو حافظہ کی ہو یا اَعصابی قوت کی) ساقط کردی ہے۔ عورتوں کو مکلّف ہی نہیں کیا کہ وہ گواہی کے لیے پیش ہوں لہٰذا اَیسے جرائم میں اُن کے پیش نہ ہونے اَور گواہی نہ دینے سے کوئی گناہ نہ ہوگا۔

کچھ سخت جرائم کی یہ سزائیں ایسی ہیں کہ اُن میں اِنسان کی جان یا اُس کا عضو مثلاً ہاتھ یا عزت یا جان اَور عزت سب تلف ہوجاتے ہیں اِس لیے اُن کے ثبوت کے لیے سخت ترین شرائط مقرر فرمائی گئی ہیں کیونکہ ثبوت کے بعد پھر حاکم کچھ نہیں کرسکتا وہ مجبور ہوگا کہ حکمِ خداوندی کی رُو سے سزا کا حکم سُنا دے۔

''حد'' کی ایک خاص شکل :

بلکہ ''حد'' کی ایک شکل تو ایسی ہے کہ اُس میں ایک دو دفعہ حاکم کے سامنے مجرم کے اِقرار کرلینے پر بھی یہ حکم ہے کہ حاکم اُدھر توجہ نہ دے بلکہ اُسے ٹلانے کی کوشش کرے مثلاً زِنا کا اِقرار اَگر حاکم کے سامنے زانی چار مرتبہ کرے گا تب وہ سزائے حد کا حکم دے گا گویا چار گواہوں کی گواہی ہوگئی کیونکہ زِنا کے ثبوت کے لیے دو گواہ بھی کافی نہیں قرار دیے گئے بلکہ چار گواہ ہونے ضروری ہیں۔

گواہی صریح ہوگی، گول مول نہیں :

اَور وہ بھی گول مول اِلفاظ میں نہیں صریح اِلفاظ میں گواہی دیں گے تو مانی جائے گی ورنہ نہیں وہ پوری طرح یہ بیان دیں گے ہم نے بلا حجاب ایسا فعل دیکھا ہے اگر یہ بیان نہ دے سکیں تو حکم ہے کہ نہ اُس کا تذکرہ کریں اَور نہ گواہی کے لیے پیش ہوں، اَلبتہ ایسی صورت میں وہ یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ ہم نے اِنہیں اِس طرح ناجائز حالت اَور حرکات کرتے دیکھا ہے اِس پر قاضی اُنہیں کوئی مناسب سزا دے گا اِسے تعزیر کہا جائے

گا، حد لگانے کا حکم نہیں دے سکتا۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ وہ خود زِنا کا چار بار اِقرار کرلے۔

خود اِقرار کرنا گواہوں کے مقابلہ میں کم وزن ہے :

لیکن اِس کا اِقرار چاہے چار دفعہ ہی ہوگیا ہو پھر بھی وہ چار گواہوں کے برابر وزنی نہیں شمار فرمایا گیا اِس لیے اگر یہ مجرم سنگسار کیے جاتے وقت اپنے اِقرار سے پھر جائے تو فورًا سزا روک دی جائے گی کیونکہ سزا بھی اُس کے اِقرار ہی کی وجہ سے تھی اَور وہ نہیں رہا لہٰذا سزا بھی نہ رہے گی اَور اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔

سنگسار کے بجائے گولی مار دینا، شریعت میں رُجوع کا موقع :

چند سال قبل سعودی عرب کے ایک عالم ڈاکٹر معروف دوالبی پاکستان آئے تو اُنہوں نے پاکستان کے جج علماء سے تبادلہ خیال کے وقت اِس بات سے اِتفاق کیا کہ زانی کی سزا سنگسار کرنے کے بجائے گولی سے مار دینا ہونی چاہیے۔ پھر وہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے اُن کے سامنے اِس رائے کا قصہ سنایا تو مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ شریعت نے سنگسار کرنے کی سزا رکھی ہے اَور اگر وہ ایک دو پتھر کھانے کے بعد اپنے اِقرار سے رجوع کرے تو اُس کی سزا فورًا موقوف کر دینے کا حکم دیا ہے۔ یہ بات گولی سے سزا دینے میں نہیں ہے وہ تو گولی کھاتے ہی مر جائے گا اُسے رجوع کا موقع جو شریعت نے دیا تھا وہ آپ نے ختم کر دیا۔ اِس گفتگو کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے شریعت کے حکم کی حکمت کی تعریف کی اَور اپنی رائے کی غلطی تسلیم کی۔

زِنا گواہی سے ثابت ہونے کی صورت میں بھی رُجوع کا اِحتمال :

گواہوں کی وجہ سے اگر ثبوت ہوا ہو تب بھی یہ اِحتمال ہے کہ چار میں سے کوئی ایک گواہ سزا ملتے دیکھ کر اپنے بیان سے رجوع کرلے تو بھی سزا موقوف کردی جائے گی لیکن یہ بات کہ چار گواہ ہوں تب ''حد'' جاری کی جائے گی صرف زِنا کی صورت میں ہے باقی ''حدود'' میں دو گواہ کافی ہوتے ہیں۔

زِنا میں چار گواہ ہونے کی عجیب حکمت :

کیونکہ زِنا کی سزا میں اِنسان کی جان اَور عزت دو چیزیں جاتی ہیں اِس لیے گواہ ہوں تو چار اَور حاکم کے سامنے اِقرار ہو تو چار بار ہو تب حد لگانے کا حکم دیا جا سکے گا ورنہ نہیں۔

سخت ترین سزاؤں میں سخت اِحتیاط :

اِس تفصیل کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو سخت ترین سزائیں رکھی ہیں اُن میں سخت اِحتیاط کا بھی حکم دیا ہے۔ بالفاظِ دیگر اُس کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ گناہگار کو جہاں تک ہو سکے اِس خاص سزا سے بچا دیا جائے۔ قاضی صرف وہ سزا دیدے جو اُس کی نظر میں مناسب ہو جو ''حد'' سے کمتر اَور خفیف ہوتا کہ مجرم کو توبہ کا اَور موقع مل سکے۔ اِس لیے اُس کی رحمت نے عورتوں کے خِلقی اَور فطری ضعف کو چاہے وہ حافظہ کا ہو یا اَعصابی یا اُس کے باپردہ ہونے کا جس قسم کا چاہے سمجھ لیں عورتوں کی گواہی کا عذر قرار دیا اَور اُنہیں ''حدود'' میں بطورِ گواہ پیش ہونے سے روک دیا۔ یہ تو حدود اَور سزاؤں (تعزیرات) کا فرق تھا۔

''خبر'' اَور ''شہادت'' میں فرق :

''خبر'' اَور ''شہادت'' میں شریعت نے یہ فرق کیا ہے کہ خبر مرد کی طرح عورت کی بھی صحیح تسلیم کی ہے، لہٰذا اگر وہ کوئی خبر دے گی تو حاکم سُنے گا اَور فورًا کارروائی کرے گا جو اَز قسمِ تعزیر ہوگی یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اِسلامی قانون بھی نافذ ہوا اَور ظلم بھی ہوتا رہے۔ ایک مضمون میں نے پڑھا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے محلّہ میں اپنی گلی میں بُرائی دیکھتی ہے تو وہ کیا کرے۔ اِس کا جواب یہی ہے جو عرض کیا گیا۔

اِشکال و جواب :

ایک اِشکال یہ پیش کیا گیا ہے کہ قرآنِ پاک میں یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ صیغے مذکر کے اِستعمال ہوئے ہیں اِس میں مراد عورتیں بھی ہیں لہٰذا جہاں جہاں گواہوں کا ذکر آیا ہے چاہے اُس میں مردوں کے لیے جو اِلفاظ ہوتے ہیں وہی اِستعمال ہوئے ہوں پھر بھی عورتیں ضمنًا شامل ہونی چاہئیں۔ اِس لیے'' اَرْبَعَة '' اگر چہ مردوں کے لیے ہی اِستعمال ہوسکتا ہے مگر اِس میں عورتیں بھی شامل ہونی چاہئیں۔ یہ اِشکال تو ظاہر ہے بہت ہی کمزور ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں جہاں لین دین کا ذکر ہے صرف وہاں ایک مرد دَو عورتوں کا ذکر آیا ہے لہٰذا اُسے حکمِ عام قرار دینا حنفی اُصولِ فقہ کے خلاف ہے، اُسے فقط لین دین میں ہی ضروری سمجھا جائے باقی جگہ ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی قید نہ لگائی جائے بلکہ ہر جگہ چاہے ''حدود'' کی شہادت ہو مرد کی طرح عورت کو بھی گواہ تسلیم کیا جائے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کی شہادت کا ذکر صرف لین دین میں آیا ہے۔ حدود میں عورت کی شہادت کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ سنت میں، لہٰذا اُسے لین دین جیسے معاملات ہی پر قائم رکھا گیا ہے'' حدود'' میں نہیں لایا گیا اِس لیے خلافِ اُصول کوئی بات نہیں ہوئی بلکہ اِمام مالک اَور اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے تو یہ فرمایا ہے کہ عورتوں کی گواہی فقط مالی معاملات میں معتبر شمار ہوگی لہٰذا نکاح اَور طلاق میں اِن کی گواہی نہ چلے گی (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۹۵) اَور مالی معاملات میں اِعتبار و اِعتماد کے لیے تحریر، گواہی، ضمانت، رہن وغیرہ بھی جائز رکھے گئے ہیں کیونکہ لین دین کی ضرورت ہر وقت پڑتی رہتی ہے اِس لیے عورتوں کی گواہی بھی جائز رکھ دی گئی۔ (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۹۱)

اِس میں حکمت کہ رجال کا ذکر نہیں فرمایا اَرْبَعَةٌ فرمایا نیز عربی محاورہ/گرائمر :

اَرْبَعَة جس کا ترجمہ ہے چار مرد، حدود کے اَحکام میں کئی جگہ لایا گیا ہے اِس کے ساتھ رِجَالٌ کا لفظ لانا قطعًا غیر ضروری تھا رِجَالٌ کا لفظ وہاں لانا چاہیے جہاں نِسَاء (عورتوں) کا ذکر آرہا ہو حدود میں سرے سے عورتوں کا ذکر ہی نہیں ہے اِس لیے صرف اَرْبَعَة فرمایا گیا۔ دیکھیے چوتھے پارہ میں سورہ نساء کی آیت ۱۵ پھر اَٹھارویں پارہ میں سورۃ النور میں دو جگہ آیت ۴ اَور آیت ۱۳ میں اَور یہی حکم توراۃ اَور اِنجیل میں ہے۔ (قرطبی ج ۵ ص ۸۳)

جنابِ رسول اللہ ﷺ اَور آپ کے بعد اَبوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اَور اُن کے بعد سب کا یہی طریقہ چلا یا آیا ہے کہ '' حدود'' میں عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی گئی۔ سنت (حدیث) اِجماعِ اُمت اَور فقہ سب جگہ یہی ثابت ہے۔

نظر بندی اَنگریز کی اِیجاد ہے اِسلام میں نظر بندی نہیں :

مضمون میں نظر بندی کا جواز بھی تحریر کیا گیا ہے حالانکہ یہ نظر بندی اگر تھی بھی تو بدکار عورتوں کے لیے اُس وقت تک کے لیے بتلائی گئی تھی کہ جب تک دُوسرا حکم نہ اُترے۔ قرآنِ پاک میں اِرشاد فرمایا گیا :

''اگر چار مرد گواہی دے دیں تو اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ اُنہیں موت اُٹھالے یا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی راہ مقرر کردے۔'' (سورۃ النساء آیت ۱۵)

اِس کے بعد دُوسرا حکم نازل ہوا اَور خدا نے راہ نکال دی۔

قرطبی ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اِس کی مثال ایسے ہے جیسے قرآنِ پاک میں آیا ہے کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی رات آجائے گی تو روزہ کا حکم ختم ہو جائے گا۔ اِسی طرح اِس آیت نساء میں بتایا گیا ہے کہ قید کا یہ حکم اُس وقت تک ہے جب تک اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی اَور راستہ مقرر فرما دے پھر راستہ مقرر فرما دیا کہ (اُنہیں کوڑے لگائے جائیں یا سنگسار کر دیا جائے) لہٰذا قید رکھنے کا حکم منسوخ ہو گیا۔ (قرطبی ج ۵ ص ۸۵)

اِس سے موجودہ دَور میں اَنگریز کی رائج کردہ نظر بندی کے جواز پر اِستدلال کرنا درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر اِستقامت بخشے۔

حامد میاں غفرلہٗ

۲/اپریل ۱۹۸۳ء

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

قسط : ١٦

اَنفَاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری ﴾
فاضل دارُالعلوم دیو بند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی

تواضع واِنکساری :

مقامِ تسلیم ورضاء اگرچہ تمام اَوصافِ حمیدہ کو محیط ہے لیکن ہم جن چیزوں کو اِس عنوان کے ماتحت ذکر نہیں کر سکے اُن کو یہاں ذکر کیے دیتے ہیں۔

سب سے پہلے آدابِ طعام کے سلسلے میں عرض ہے۔ بڑے بڑے تعلیم یافتہ اِن چیزوں سے واقف نہیں، آنحضرت ﷺ کے بارے میں منقول ہے :

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رُبَمَا جَثٰی لِلْاَکْلِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ وَجَلَسَ عَلٰی ظَھْرِ قَدَمَیْہِ وَرُبَمَا نَصَبَ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی وَجَلَسَ عَلَی الْیُسْرٰی وَکَانَ یَقُوْلُ لَا آکُلُ مُتَّکِئًا وَاِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ آکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ

''حضور ﷺ بسا اَوقات دوزانوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اَور کبھی کبھی ایک پیر کھڑا کر لیتے اَور بائیں پیر پر بیٹھ جاتے اَور اِرشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں تکیہ لگا کر نہ کھاؤں گا میں تو عبد ہوں، عبد کی طرح کھاتا ہوں اَور عبد کی طرح بیٹھتا ہوں۔''

معلوم ہوا کہ آدابِ طعام یا بیٹھنے کے آداب کو ملحوظ رکھنا بھی آدابِ بندگی میں سے ہے اَور عبدیت کی شان ہے چنانچہ حضرت شیخ الاسلام ہمیشہ دوزانو بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اَور بیٹھنے میں بھی اُسی نشست کو اِختیار کرتے تھے جو حدیث میں مذکور ہے۔ عام لوگ اگرچہ اِس چیز کو معمولی تصور کریں گے لیکن عمل کے میدان میں اُتر کر آئیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اِس فعل میں کتنی تواضع ہے۔

اِسی طرح سے کھانا کھانے کے بعد برتن کو اُنگلیوں سے صاف کرنا اَور چاٹنا اَور دَسترخوان پر

طعام کے جو ریزے گر جاتے ہیں اُن کو اُٹھا کر کھالینا اِس میں بھی اِنتہائی درجہ کی تواضع کے ساتھ ساتھ اِظہارِ اِحتیاج و بندگی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَۃَ اَحَدِکُمْ فَلْیَأْخُذْھَا وَلْیُمِطْ مَا کَانَ بِھَا اَذًی وَلَایَدَعُھَا لِلشَّیْطَانِ وَلَایَمْسَحُ یَدَہٗ بِالْمِنْدِیْلِ حَتّٰی یَعْلِقَ اَصَابِعَہٗ

''حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اُس کو صاف کر کے کھالیا کرو اَور اُس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑو اَور ہاتھ کو اُس وقت تک رومال سے صاف نہ کرو جب تک اُس کو چاٹ نہ لو۔''

ملاحظہ فرمایئے! تواضع ، اِنکساری پیدا کرنے کی عجیب وغریب تعلیم ہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے ساتھ ریل میں بھی کھانے کا اِتفاق ہوا ہے اَور بارہا اِس چیز کو دیکھا ہے کہ اگر کوئی ریزہ دسترخوان سے نیچے جا گرا تو آپ سبقت کر کے صاف کر کے کھالیتے تھے۔ یہ بات بظاہر معمولی ہے مگر حقیقت اِس کی ظاہر اُس وقت ہوگی جب بڑا مجمع بھی ساتھ ہو اَور ایسا کیا جائے۔

چلنے میں آنحضرت ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ نیچی نظریں کیے چلتے اَور اگر ہجوم ساتھ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرماتے کہ وہ آگے چلیں۔

کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا مَشٰی مَشٰی اَصْحَابُہٗ اَمَامَہٗ . (الحدیث)

''جب آنحضرت ﷺ چلتے تو آپ کے اَصحاب آگے چلتے تھے اَور آپ پیچھے۔''

حضرت شیخ الاسلامؒ کو بارہا دیکھا ہے کہ آپ طلباء کے ہجوم کو پیچھے چلنے سے ڈانٹتے اَور پیچھے چلنے سے منع فرماتے۔ یہ حالت ایک متواضع آدمی ہی کی ہوسکتی ہے ورنہ ہم جیسے اِنسان تو لوگوں کو اپنے آگے چلتا دیکھ کر بگڑ پڑتے ہیں۔

چنانچہ ہاپوڑ کا واقعہ ہے کہ آپ ہاپوڑ کی جامع مسجد سے تشریف لارہے تھے مسجد چونکہ اُنچائی پر ہے اِس وجہ سے مدرسہ والوں نے رکشہ کا اِنتظام کیا۔ اِتفاق سے حضرت مولانا اَبوالوفا صاحبؒ بھی ساتھ تھے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اَبوالوفا صاحبؒ کو بااِصرار اپنے ساتھ رکشہ میں سوار کیا اَور گوارہ نہ کیا کہ معمر عالم پیدل چلے۔

ہدایا کے سلسلے میں حضرتؒ کا یہ طریقہ تھا جو بڑی بڑی رقمیں پیش کرنے والے ہوتے تھے اُن سے فرمادیتے تھے کہ بھائی کسی غریب آدمی کو دیجیے میں تو پانچ سو روپیہ تنخواہ پاتا ہوں یہ بھی تواضع کی عجیب شان ہے۔

مراد آباد کا تذکرہ ہے کہ ایک دفعہ مراد آباد کے ایک مجذوب شمس الدین صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک روپیہ پیش کیا حضرتؒ نے فورًا ہی قبول فرمالیا اَور کچھ بھی نہ فرمایا حالانکہ اگر ہم جیسے پیٹ کے بھوکے کو کوئی ایک روپیہ دے تو اُس کے قبول کرنے میں توہین محسوس کریں گے لیکن ایک متواضع آدمی کے یہاں یہ نہیں ہوتا وہ محسوس ہی نہیں کرتا کہ اِس میں بھی کوئی توہین ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے :

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ . (الحدیث)

''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اِختیار کی اللہ تعالیٰ اُس کو بلند کر دیتا ہے۔''

ایک مرتبہ حضرتؒ کے یہاں فیض آباد سے ایک بزرگ حاجی عبد الرحیم صاحب تشریف لائے۔ آپا چی (حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ) نے حضرت سے عرض کیا کہ حاجی صاحب سے بچوں کے لیے تعویذ لا دیجیے چنانچہ حضرتؒ نے حاجی صاحب سے آکر فرمایا کہ حاجی صاحب بچوں کے لیے تعویذ دیجیے (اُس وقت مہمان خانہ بھرا تھا)۔

ملاحظہ فرمائیے جس کے آستانے سے روزانہ تعویذ تقسیم ہوتے ہوں وہ دُوسرے سے سوال کرے اَور ذرا بھی دِل میں خیال نہ لائے ہم جیسے لوگ تو کبھی بھی ایسا فعل کرنے پر آمادہ نہ ہوتے کیونکہ تعویذ فروشوں اَور جاہل پیروں کی دُکانداری کی چمک اِس سے زائل ہوتی ہے۔

گزشتہ سال ۱۳۷۶ھ میں حضرتؒ راقم الحرف کی درخواست پر مدرسہ مدینۃ العلوم تشریف لائے خادم نے حضرت کی نشست کے لیے ایک جگہ مخصوص کردی اَور باقی تمام جگہ کو ایسا مسدود کر دیا کہ حضرتؒ دُوسری جگہ نہ بیٹھ سکیں لیکن جب حضرتؒ تشریف لائے تو جس جگہ وہم بھی نہیں جاسکتا تھا وہاں آکر بیٹھ گئے۔

قیامِ آسام کا واقعہ ہے کہ ایک دِن تراویح سے فارغ ہوکر آپ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ ہم خدام کمرہ سے باہر آپس میں گفتگو کرنے لگے، جا کر دیکھا تو حضرتؒ دسترخوان بچھا رہے ہیں (تراویح کے بعد حضرتؒ حاضرین کو آسام کے پھل کھلایا کرتے تھے اِسی لیے روزانہ دسترخوان بچھایا جاتا تھا)۔ غور فرمائیے کہ

جہاں سینکڑوں خدام حاضر ہوں اُن سے خدمت لینے کے بجائے اُلٹی اُن ہی کی خدمت کی جائے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

ایک دفعہ دیو بند کا واقعہ ہے کہ میدو پلہ دار (جو زِندہ ہے) نے ایک مرتبہ حضرتؒ کی دعوت کی اَور عرض کرنے آیا حضرت! کھانا تیار ہے تشریف لے چلیے۔ حضرتؒ کے یہاں اُس وقت مہمانوں کا کافی ہجوم تھا اَور کوئی خاص کام کر رہے تھے، حضرتؒ نے فرمایا میرا اِس وقت جانا نہیں ہو سکتا تم کھانا یہیں بھیج دو چنانچہ میدو دیگ لے کر حاضر ہو گیا۔ اَگلے دِن صبح کی نماز کے بعد خلافِ معمول حضرتؒ میدو کے یہاں پہنچ گئے اَور دَروازے کی کنڈی جا کھٹکھٹائی، میدو نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرتؒ کھڑے ہوئے ہیں دیکھ کر رونے لگا اَور اَندر لے گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا تم غریب آدمی ہو میں نے اِس وجہ سے منع کر دیا تھا کہ خواہ مخواہ تم زیرِ بار ہو گے۔ (اَز دَامانی صاحب)

اِس واقعہ سے حضرتؒ کی کتنی بڑی تواضع و اِنکساری ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اگر کوئی غلام بھی میری دعوت کرے گا تو میں اُس کو قبول کرلوں گا، اِرشادِ نبوی ﷺ کی روشنی میں حضرتؒ کا میدو کے یہاں جانا ملاحظہ فرمائیے۔

جب مہتمم صاحبؒ پاکستان سے تشریف لائے تو مہتمم صاحبؒ کے اِستقبال میں دارُ الحدیث میں ایک جلسہ ہوا۔ حضرتؒ نے مہتمم صاحبؒ سے فرمایا ہم تو آپ کے نوکر ہیں اَور آپ ہمارے آقا ہیں آپ ہمیں حکم دیں ہم تعمیل حکم کے لیے حاضر ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے ایک بڑے مجمع میں کتنی بڑی تواضع و اِنکساری کا اِظہار ہے غرض کہ حضرتؒ کی جو شان بھی تھی نرالی تھی کس کس بات اَور کس کس اَدا کا ذِکر کیا جائے۔ حضرتؒ کی ہر اَدا اَور ہر چیز اِس قابل ہے کہ دفتر کے دفتر سیاہ نہ کر دِیے جائیں تب بھی کمی محسوس ہوتی رہے گی۔ (جاری ہے)

قسط : ۲

پردہ کے اَحکام

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی ﴾

"پردہ" اِنسان کی فطری ضرورت ہے، سلیم الفطرت عورت کی حیاء وشرم کا طبعی تقاضا ہوتا ہے کہ اَپنوں کے سوا غیروں سے پردہ میں رہے بلکہ ایک حد تک اِنسان کا اپنے کو پردہ میں رکھنا اِنسانیت کا فطری تقاضا ہے۔ بے حیائی، بے پردگی اَور عریانیت کو کوئی شریف اِنسان گوارہ نہیں کرتا۔

اِس مجموعہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی کے جملہ اِفادات، ملفوظات، مواعظ، تصانیف فتاوی کو کھنگال کر پردہ سے متعلق جملہ ضروری مباحث کو عقل ونقل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز پردہ کی مشکلات، ضرورت کے مواقع، ایک گھر میں رہتے ہوئے پردہ کی دُشواریاں اَور اُس کا حل وغیرہ وغیرہ ضروری مباحث کو تفصیل سے اِس مجموعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زینت اَور اُس کی اَحکام کی تفصیل، غیر عورتوں سے پردہ کی حد اَور اُن سے علاج کرانے سے متعلق ضروری ہدایات۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے اِستفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

پردہ اَور عورت عقل وفطرت کے آئینہ میں

عورت کے ذریعہ فتنہ اَور اُس کا سد باب :

عورت میں جہاں بہت سے منافع ہیں وہیں کچھ نقصانات بھی ہیں چنانچہ اِس نقصان کی طرف اِس حدیث میں اِشارہ ہے: مَا اَتَخَوَّفُ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلٰی اُمَّتِیْ مِنَ النِّسَاءِ کہ میں اپنی اُمت کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں سمجھتا نیز قرآنِ پاک میں ہے : یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ اے اِیمان والو! تمہارے بیوی بچوں میں بعض تمہارے لیے دُشمن بھی ہیں اِن سے ڈرتے رہو۔ آیت کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ بیوی بچوں سے فتنہ لگا ہوا ہے تم کو لپٹ ہی جائے گا

بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں تم کو ضرورت کے لیے دی گئی ہیں اَور اِن سے تمہارا اِمتحان بھی مطلوب ہے کہ تم اِن سے بقدرِ ضرورت ہی تعلق رکھتے ہو یا بس اِن ہی کے ہو کر رہ جاتے ہو۔

کوئی عورتوں کی وجہ سے سود میں مبتلا ہے کوئی رِشوت میں تاکہ اِن کی زیور وغیرہ کی فرمائش پوری کی جائے اَور کوئی حرام و ناجائز تعلق میں گرفتار ہے اَور سب سے بڑھ کر فتنہ جو تمام فتنوں کی جڑ ہے وہ بے پردگی ہے لیکن شریعت نے اُم المفاسد (سب سے بڑے فتنہ) کے بند کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے اگر اُس پر عمل کیا جائے تو یہ فتنہ بند ہو سکتا ہے اَور وہ طریقہ پردہ ہے اَور یہ جو کہا جاتا ہے کہ صاحبِ پردہ میں بھی فتنہ ہو جاتا ہے، اِس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی پردہ میں کوتاہی کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی پردہ میں کچھ بے پردگی ہوتی ہے تو فتنہ ہوتا ہے اَور اگر پردہ میں ذرا بھی بے پردگی نہ ہو تو فتنہ کی کوئی وجہ نہیں۔ (الفیض الحسن)

جہاں پردہ نہیں ہے ذرا اُن کے واقعات دیکھ لیجیے وہ واقعات دیکھ کر آپ خود کہیں گے کہ پردہ ہونا چاہیے۔ اِس وقت علماء کو وحشیانہ خیال والا کہتے ہیں مگر آئندہ چل کر معلوم ہو جائے گا۔ (العاقلات الغافلات)

پردہ عورت کا فطری و طبعی تقاضا ہے :

پردہ مسلمان عورتوں کی طبیعت کے خلاف نہیں کیونکہ مسلمان عورت کے لیے حیا (شرم) طبعی اَمر ہے لہٰذا پردہ طبیعت کے موافق ہوا اَور اِس کو قید کہنا غلطی ہے اِن کی حیا (شرم) کا تقاضا ہی یہی ہے کہ پردہ میں مستور (چھپی) رہیں بلکہ اگر اِنکو باہر پھرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ خلافِ طبیعت ہوگا اَور اِس کو قید کہنا چاہیے۔

پردہ کا منشاء (سبب) حیا ہے اَور حیا عورت کے لیے طبعی اَمر ہے اَور اَمر طبعی کے خلاف کسی کو مجبور کرنا باعثِ اَذیت (تکلیف) ہے اَور اَذیت پہنچانا دِلجوئی کے خلاف ہے پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا ظلم نہیں بلکہ حقیقت میں دِلجوئی ہے۔ اگر کوئی عورت بجائے دِلجوئی کے پردہ کو ظلم سمجھے تو وہ عورت نہیں اُس سے اِس وقت کلام نہیں یہاں اُن عورتوں سے بحث ہے جن عورتوں میں فطری حیا موجود ہے، بے حیاؤں کا ذکر نہیں۔ اَفسوس ہم ایسے زمانہ میں ہیں جس میں فطری اُمور کو بھی دِلائل سے ثابت کرنا پڑتا ہے۔

صاحبو! پردہ اَوّل تو عورت کے لیے فطری اَمر ہے۔ دُوسرے عقلی مصالح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جائے مگر آج کل بعض ناعاقبت اَندیش (اَنجام سے بے خبر) پردہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں میں بقسم کہتا ہوں کہ آج جو عقلاً پردہ کی مخالفت کرتے ہیں اَور پردہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اِن

خرابیوں کو دیکھ کر بعد میں خود ہی یہ تجویز کریں گے کہ پردہ ضروری ہونا چاہیے مگر اُس وقت بات قابو سے نکل چکی ہوگی پھر پچھتائیں گے اَور کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔

عورت کو پردہ میں رکھنا غیرت اَور فطرت کا تقاضا ہے :

پردہ فطری شے ہے غیرت مند حیادار طبیعت کا خود یہ تقاضا ہوتا ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جائے، کوئی غیرت مند آدمی اِس کو گوارہ نہیں کر سکتا کہ اُس کی بیوی کو تمام مخلوق کھلے منہ دیکھے۔

اَور شریعت نے فطری باتوں کے بیان کرنے کا خاص اہتمام نہیں کیا چنانچہ پیشاب پاخانہ کی طہارت و ناپاکی سے تو بحث کی ہے لیکن یہ کہیں قرآن و حدیث میں نہیں آیا کہ پیشاب پاخانہ کھانا حرام ہے کیونکہ اِس سے طبیعت خود نفرت کرتی ہے اِس قاعدہ کا مقتضٰی تو یہ تھا کہ شریعت پردہ کے اَحکام سے بحث نہ کرتی مگر شارع کو معلوم تھا کہ ایک زمانہ میں طبیعتوں پر بہیمیت (جانوروں کی صفت) غالب ہوگی جس سے حیا کم ہو جائے گی یا جاتی رہے گی اِس لیے اِس کے متعلق اَحکام بیان فرمادِیے ہیں۔ (اَلفیض الحسن)

بعض لوگ گھروں میں رکھنے کو قید کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قید نہیں بلکہ باہر نکلنا حقیقت میں قید ہے کیونکہ قید کی حقیقت ہے مرضی کے خلاف مقید کرنا۔ پس قید تو جب ہوتا کہ وہ باہر نکلنا چاہیں تو تم ہاتھ پکڑ کر اَندر لے جاؤ، اگر طبیعت سلیم ہو تو عورت کے لیے بے پردہ ہو کر باہر نکلنا موت ہے۔ بس بے پردگی قید ہوئی پردے میں رہنا قید نہ ہوا۔ بعض عورتوں نے جانیں دے دی ہیں اَور باہر نہیں نکلیں۔

اعظم گڑھ میں ایک شخص کے مکان میں آگ لگ گئی اُس کی بیوی جل کر مرگئی لیکن باہر نکل کر دُوسروں کو صورت نہیں دِکھائی، میں یہ فتوی بیان نہیں کرتا کہ اُس نے یہ اَچھا کیا، مطلب صرف اُن کے فطری جذبات کو بیان کرنا ہے۔

پھر عورت کے معنٰی ہیں چھپانے کی چیز۔ میں تو کہتا ہوں کہ اَگر خدا اَور رسول ﷺ کا پردے کے وجوب کا حکم بھی نہ ہوتا اَور واقعات بھی نہ ہوتے تب بھی آخر غیرت بھی کوئی چیز ہے مرد کو تو طبعًا غیرت آنی چاہیے کہ اُس کی عورت کو کوئی دُوسرا دیکھے پھر واقعات مزید برآں۔

علماء نے لکھا ہے کہ جوان دَاماد یا دُودھ شریک بھائی سے بھی اِحتیاط کرنی چاہیے، بے مہابا سامنے نہ آنا چاہیے اِس کے متعلق واقعات ہو چکے ہیں۔ (جاری ہے) ✿ ✿ ✿

وفیات

۶ ستمبر کو لاہور میں حضرت مولانا اَحمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے۔ حضرت مولانا دارُالعلوم دیو بند کے فاضل اَور حضرت شیخ الاسلامؒ کے شاگرد تھے بڑے حضرتؒ کے بھی دارُالعلوم دیو بند میں ہم سبق رہے ہیں۔ جامعہ مدنیہ جدید سے خصوصی تعلق کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اِس کے لیے دُعا گو رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی برکات کو قائم ودائم رکھے اور اُن کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اَور اُن کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر فرمائے، آمین۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین اُن کے آبائی قصبہ ''پبّی'' پشاور کے مضافات میں ہوئی۔

۷ ستمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا سیّد آفاق شاہ صاحب کے والد محترم طویل علالت کے بعد کراچی میں اِنتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

۲۰ ستمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولوی سعید صاحب ایک حادثہ میں شہید ہو گئے، اللہ تعالیٰ اُن کی شہادت کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اَور اُن کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

کراچی کے الحاج سیف الاسلام صاحب کی خوشدامن صاحبہ طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ وفات پا گئیں، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اَور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۱۱ رمضان المبارک کو جناب شاہد اِحسان صاحب کے والد گرامی اِنتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

۲۶ ستمبر کو دُبئی میں جناب تنویر صاحب عثمانی بوجہ عارضہ قلب اچانک وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر اُن کے پسماندگان کی کفالت فرمائے اَور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۱

ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں

دَارُالعلوم دیوبند کا فتوی

معزز مفتیان دَارُالعلوم دیوبند زیدت معالکم

اَلسلام علیکم!

میرا سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کیسے آدمی ہیں؟ کیا اِن کے عقائد اہل سنت والجماعت کے موافق ہیں؟ حدیث اَور تفسیر قرآن میں اِن کی رائے قابلِ اِعتبار ہے یا نہیں؟ نیز فقہ میں اِن کا مسلک کیا ہے؟ وہ کس اِمام کے مقلد ہیں؟ ہم اِن کی باتوں کو سن کر اِن پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اَز راہِ کرم تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

ریاض اَحمد (الہ آباد)

عالیہ پرنٹرس، اُتر سوئیا (الہ آباد)، اِنڈیا

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب سے متعلق اکثر سوالات آتے رہتے ہیں، اِستفتاء ہذا بھی اِسی سلسلے کا ایک سوال ہے، اِس میں ڈاکٹر صاحب کے عقائد، اِن کا فقہی مسلک اَور قرآن وحدیث سے متعلق اِن کی تشریحات کے بارے میں تفصیلی جواب کی درخواست کی گئی ہے اِس لیے ڈاکٹر صاحب کی تقریر وتحریر کی روشنی میں ایک مفصل جواب لکھا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

اَلْجَوَابُ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَالْعِصْمَۃُ

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کے بیانات میں صحیح عقیدے سے اِنحراف، قرآن کریم کی تفسیر میں تحریف ومن مانی سائنسی تحقیقات سے مرعوبیت، اِسلام مخالف مغربی اَفکار سے ہم آہنگی اَور فقہی مسائل میں سلف صالحین اَور جمہور اُمت کی راہ سے رُوگردانی جیسی گمراہ کن باتیں پائی جاتیں ہیں۔ نیز وہ اُمت مسلمہ کو ائمہ مجتہدین کی اِتباع سے پھیرنے، دینی مدارس سے برگشتہ کرنے اَور علمائے حق سے عوام کو بدگمان کرنے کی

کوشش میں مصروف ہیں۔ذیل میں اِن کی گمراہ کن باتوں سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

(ا) عقیدہ :

عقیدہ جوایک اِنتہائی نازک چیز ہے جس میں تھوڑی بھی لغزش بسا اَوقات اِیمان کے لیے خطرہ بن جاتی ہے اِس سے متعلق ڈاکٹر صاحب کی چند باتیں درج ذیل ہیں :

(الف) ''وشنواَور برہما کے ذریعے اللہ کا پکارنا جائز ہے''

ڈاکٹر صاحب ایک پروگرام میں فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ کو ہندوؤں کے معبودان کے نام سے پکارنا جائز ہے جیسے ''وشنو'' بمعنی رب اَور ''برہما'' بمعنٰی ''خالق'' اِس شرط کے ساتھ کہ وشنو کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ اُس کے چار ہاتھ ہیں اَور پرندے پرسوار ہیں۔''

(اِسلام اَور عالمی اُخوت ص۳۳ اَز ڈاکٹر ذاکر نائیک)

حالانکہ غیرعربی زبان کے اُن ہی اِلفاظ سے اللہ کو پکارنا جائز ہے جواللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہوں، اُن کے علاوہ سے جائز نہیں تو ''وشنو'' اَور ''برہما'' جو ہندوؤں کے شعار ہیں، اِن سے اللہ کو پکارنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

(ب) ''اللہ کا کلام کونسا ہے، اُسے جانچنے کے لیے سائنس اَور ٹیکنالوجی سے گزارنا ضروری ہے۔''

ڈاکٹر صاحب ایک پروگرام کے دوران کہتے ہیں :

''ہر اِنسان یہ سمجھتا ہے کہ اُس کی مقدس کتاب ہی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اَور اگر آپ چاہتے ہیں معلوم کریں کہ کون سی کتاب واقعی اللہ کا کلام ہے تو اُسے آخری اِمتحان یعنی جدید سائنس اَور ٹیکنالوجی سے گزاریں، اگر وہ جدید سائنس کے مطابق ہو تو سمجھ لیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے'' (اَلْجَوَابُ عَلٰی ثَلَاثِیْنَ جَوَابًا عَلٰی أَنَّ ذَاکِرُ الْھِنْدِي وَأَصْحَابُ فِکْرِہٖ مُنْحَرِفُوْنَ ضَلَالًا لِلشَّیْخِ یَحْیَي الْحَجُوْرِیْ)

اِس کلام سے ڈاکٹر صاحب کی گمراہ کن جرأت، کتاب اللہ کے تئیں اُن کی فکری بے راہ روی

نیز جدید سائنس سے خطرناک حد تک مرعوبیت کا پتہ چلتا ہے کہ اُنہوں نے ہر آن بدلنے والی سائنسی تحقیقات کو آسمانی کتابوں بالخصوص کلامِ اِلٰہی قرآنِ کریم کو پرکھنے کا معیار قرار دے دیا جبکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی سب سے بڑی دلیل اُس کا اعجاز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن میں چیلنج کیا ہے۔

(ج) ''فتویٰ دینے کا حق ہر کس و ناکس کو ہے۔''

ڈاکٹر صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں :

''ہر کسی کے لیے فتوی دینا جائز ہے اِس لیے کہ فتوی کا معنٰی رائے دینا ہے۔'' (حوالہ بالا)

یہاں ڈاکٹر صاحب فتویٰ دینے جیسے اہم کام جس میں (علامہ ابن القیمؒ کے لفظ کے مطابق) مفتی اَحکامِ اِلٰہی کے بیان میں رب کائنات کا ترجمان اَور اُس کی نیابت میں دستخط کرنے کا ذمے دار ہوتا ہے

'' لَمْ تَصْلُحْ مَرْتَبَةُ التَّبْلِیْغِ بِالرِّوَایَةِ وَالْفُتْیَا اِلَّا لِمَنِ اتَّصَفَ بِالْعِلْمِ وَ الصِّدْقِ......وَاِذَا کَانَ مَنْصَبُ التَّوْقِیْعِ عَنِ الْمُلُوْکِ بِالْمَحَلِّ الَّذِیْ لَا یُنْکَرُ فَضْلُہٗ وَلَایُجْھَلُ قَدْرُہٗ.....فَکَیْفَ بِمَنْصَبِ التَّوْقِیْعِ عَنْ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوَاتِ، فَحَقِیْقٌ بِمَنْ اُقِیْمَ فِیْ ھٰذَا الْمَنْصَبِ اَنْ یُّعِدَّلَہٗ عُدَّتَہٗ وَ یَتَأَھَّبُ لَہٗ اُھْبَتَہٗ وَ اَنْ یَّعْلَمَ قَدْرَ الْمَقَامِ الَّذِیْ اُقِیْمُ فِیْہِ ''

کو رائے دینے کے لیے ہلکے پھلکے لفظ سے تعبیر کر کے صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ ہر کس و ناکس کے لیے اِس کا جواز فراہم کر رہے ہیں اَور اُنہوں نے قرآنِ کریم کی آیت فَاسْئَلُوْا أَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اگر تمہیں علم نہیں ہے تو اہلِ علم سے دریافت کرلو اَور حدیثِ نبوی مَنْ اَ فْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاہُ (اخرجه اَبوداوٗد فی سننه : ۳۵۹ ، رقم:۳۶۵۹۳، بَابُ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) (یعنی جو آدمی بِلا (صحیح) معلومات کے فتوی دے دیتا ہے تو اُس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہوگا) کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔

(2) تفسیر قرآن میں من مانی تشریح یعنی تحریفِ معنوی :

قرآنِ کریم کی تفسیر کا معاملہ بڑا نازک ہے اِس لیے کہ مفسر آیت کریمہ سے مراد خداوندی کی تعیین کرتا ہے کہ اللہ نے یہ معنٰی مراد لیا ہے، لہٰذا نا اہل آدمی کا اِس وادی میں قدم رکھنا اِنتہائی خطرناک ہے،

حدیث میں ہے :

'' مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَأْیِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ '' (أخرجه الترمذی : رقم : ۲۷۷۶)

''یعنی جو آدمی محض اپنی عقل سے تفسیر کرے تو اگر چہ وہ اِتفاقاً درست معنٰی تک پہنچ جائے پھر بھی اُسے غلطی کرنے والا سمجھا جائے گا۔''

ایک دُوسری روایت میں ہے :

''مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ '' (أخرجه الترمذی: ۱۹۹/۵ ، رقم : ۲۹۵۱)

اِسی لیے مفسر کے لیے بہت سی شرائط ہیں مثلاً قرآن کی تمام آیتوں پر نظر، ذخیرہ حدیث سے متعلق وسیع معلومات، عربی زبان اَور اُس کے قواعد، نحو، صرف اَور اِشتقاق اَور فصاحت و بلاغت کا اچھا علم ہو وغیرہ۔ جہاں تک ڈاکٹر صاحب کا تعلق ہے تو اُن کے اَندر مذکورہ شرائط میں سے ایک بھی شرط ضروری حد تک نہیں پائی جاتی، نہ وہ عربی زبان اَور اُس کے قواعد سے کما حقہ واقف ہیں اَور نہ ذخیرہ حدیث پر گہری نظر ہے اَور نہ ہی فصاحت و بلاغت سے کوئی زیادہ واقفیت ہے (ذیل کی مثالوں سے یہ باتیں واضح ہو جائیں گی) جبکہ تفسیر میں گمراہی میں پڑنے کے جتنے اَسباب ہیں مثلاً حضور ﷺ اَور صحابہ و تابعین سے منقول تفسیروں سے رُوگردانی، زمانے کے اَفکار سے مرعوبیت اَور قرآنِ کریم کے موضوع کو غلط سمجھنا وغیرہ ڈاکٹر صاحب کے اَندر بدرجۂ اَتم موجود ہیں، اِسی لیے اُنہوں نے دَسیوں آیتوں کو اپنی ناواقفیت سے مشقِ ستم بنایا، ذیل میں چند نمونے ملاحظہ فرمائیں :

(الف) آیت کریمہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کی تفسیر میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں :

''لوگ کہتے ہیں کہ لفظ '' قَوَّامٌ '' کا معنٰی ایک درجہ اُوپر ہونے کے ہیں لیکن اَصل ''قَوَّامٌ'' ''اِقَامَۃٌ '' سے نکلا ہے ۔''اِقَامَۃٌ'' کا مطلب کھڑا ہونے کے ہیں لہٰذا ''اِقَامَۃٌ'' کا مطلب ہوا کہ ایک درجہ ذمے داری میں اُونچا ہے نہ کہ فضیلت میں۔''

(خطبات ذاکر نائیک ص ۲۹۵: فرید بکڈپو، دِلّی)

ڈاکٹر صاحب نے مغربی نظریہ مساوات کی تائید میں آیت قرآنی کی من مانی تفسیر کرتے ہوئے مردوں کے ایک درجہ فضیلت میں اُونچا ہونے کی نفی کردی جبکہ اُمت کے بڑے بڑے مفسرین نے فضیلت میں اُونچا ہونے کا معنی بیان کیا ہے، چنانچہ ابن کثیرؒ نے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کے تحت لکھا ہے :

اَیُ الرَّجُلِ قَیِّمٌ عَلَی الْمَرْأَةِ اَیْ هُوَ رَئِیْسُهَا وَکَبِیْرُهَا وَالْحَاکِمُ عَلَیْهَا، مُؤَدِّبُهَا اِذَا اِعْوَجَّتْ.

''یعنی مرد کی حیثیت اُس کی بیوی کے سامنے حاکم اَور سردار کی ہے، ضرورت محسوس ہونے پر شوہر بیوی کی مناسب تادیب بھی کرسکتا ہے۔

نیز آیت کریمہ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ کی تفسیر میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ اَیْ فِی الْفَضِیْلَةِ فِی الْخَلْقِ وَالْمَنْزِلَةِ وَطَاعَةِ الْاَمْرِ وَالْاِنْفَاقِ وَالْقِیَامِ بِالْمَصَالِحِ وَالْفَضْلِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (۶۱۰/۱)

یعنی شوہر بیوی سے فضیلت، رُتبہ، اِطاعت وغیرہ میں ایک درجہ اُونچا ہے۔

نیز ڈاکٹر صاحب کی تفسیر، حدیث نبوی، لَوْ کُنْتُ آمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ (اخرجه ابو داؤد) یعنی اگر اللہ کے سوا کسی اَور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، کے خلاف ہے، اِس لیے کہ اگر دونوں فضیلت میں برابر ہوتے اَور شوہر کو عورت پر کوئی برتری حاصل نہ ہوتی تو حضور ﷺ عورتوں کو اپنے شوہروں کو سجدہ جو اِنتہائی تعظیم ہے، کا حکم کیوں دینے والے تھے۔

(ب) ڈاکٹر صاحب ایک سوال : ''قرآن کریم میں ہے کہ کسی ماں کے رحم میں موجود بچے کی جنس صرف اللہ کو معلوم ہے مگر اَب سائنس کافی ترقی کرچکی ہے اَور ہم آسانی سے اَلٹرا سونو گرافی کے ذریعے ''جنین'' کی تعین کرسکتے ہیں، کیا یہ قرآنی آیت، میڈیکل سائنس کے خلاف نہیں ہے؟'' کے جواب میں فرماتے ہیں :

''یہ صحیح ہے کہ قرآن کی اِس آیت کے مختلف ترجمے اَور تشریحات میں کہا گیا ہے کہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں موجود بچے کی جنس کیا ہے؟ مگر اِس آیت

کا عربی متن ملاحظہ کریں تو دیکھیں گے کہ اِنگلش کا لفظ (Sex) کا کوئی عربی متبادل اِستعمال نہیں ہوا، اَصل میں قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ یہ ہے کہ رحموں میں کیا ہے؟ اِس کا علم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہے۔ کافی مفسرین کو غلط فہمی ہوئی اَور اُنہوں نے اِس کا یہ معنٰی مراد لیا ہے کہ اللہ ہی ماں کے رحم میں بچے کی جنس کو جانتا ہے، یہ درست نہیں۔ یہ آیت جنین کی جنس کی طرف اِشارہ نہیں کرتی بلکہ اِس کا اِشارہ اِس بات کی طرف ہے کہ ماں کے رحم میں موجود بچے کی فطرت کیسی ہوگی؟ وہ کیا اپنے ماں باپ کے لیے باعثِ رحمت ہوگا یا عذاب......الخ''

(اِسلام پر چالیس اعتراضات ص ۱۳۰ از ڈاکٹر ذاکر نائیک)

ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر سائنسی تحقیق سے مرعوب ہو کر اِس سے پیدا ہونے والے سرسری اعتراض سے بچنے کے لیے، قرآن کی دُوسری آیت اَور صحابہ وتابعین سے منقول تفسیر کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ایک معروف معنٰی کا اِنکار کر دیا اَور بڑے بڑے مفسرین پر تنقید اَور اُن کی تغلیط کر ڈالی۔

ڈاکٹر صاحب نے جو معنٰی بیان کیا ہے ''ما'' موصولہ کے عموم میں آسکتا ہے اَور بہت سے مفسرین نے ایک احتمال کے طور پر پہلے معنٰی کے ضمن میں اِس کا بھی ذکر کیا ہے لیکن دُوسرے معنٰی کا اِنکار کر دینا قطعاً صحیح نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کی قلتِ تدبر اَور تفسیر میں صحابہ اَور تابعین کے اَقوال سے رُوگردانی کی واضح دلیل ہے، اِس لیے کہ ڈاکٹر صاحب نے جس معنٰی کی نفی کی ہے، اُسی کی طرف سورہ رعد کی آیت **اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ** . (سُورہ الرعد: ۸) یعنی اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے کہ جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اَور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے، اِشارہ کر رہی ہے، نیز مشہور تابعی اَور تفسیر کے اِمام حضرت قتادہؒ سے بھی یہی معنٰی مروی ہے، چنانچہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں :

فَلَا يَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى.....الخ

''یعنی رحمِ مادر میں نر ہے یا مادہ اِس کا قطعی علم سوائے خدا کے کسی اَور کو نہیں۔''

اِسی طرح ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۶/۳۵۵) میں علامہ نسفی رحمہ اللہ نے تفسیر مدارک (۳/۱۱۶) میں اَور اِمام شوکانی رحمہ اللہ نے فتح القدیر (۵/۴۹۸) میں، مذکورہ آیت کا یہی معنٰی بیان فرمایا لیکن ڈاکٹر صاحب

اِن اَکابر مفسرین کے بیان کردہ معنٰی کو غلط ٹھہرا کر اپنے بیان کردہ معنٰی کو قطعی سمجھ کر اِسی پر مصر ہیں۔

صحیح جواب :

آیتِ کریمہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کے لیے علمِ غیب کو ثابت کرنا ہے اَور علمِ غیب دَرحقیقت اُس یقینی علم کو کہا جاتا ہے جو کسی سبب ظاہری کے بغیر براہِ راست کسی آلے کے بغیر حاصل ہو۔ طبی آلات سے ڈاکٹروں کو حاصل ہونے والا علم نہ یقینی ہوتا ہے اَور نہ ہی بلا واسطہ بلکہ وہ محض ظنی ہے اَور آلات کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا اَلٹرا سونو گرافی کے ذریعے حاصل ہونے والے اِس ظنی علم سے قرآنی آیات پر کوئی اعتراض وَارِد نہ ہوگا۔

(ج) ڈاکٹر صاحب آیتِ کریمہ **یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا** . (**سُوْرَةُ الْمُمْتَحَنَةِ** : ۱۲) کی تفسیر میں کہتے ہیں :

''یہاں لفظ ''بیعت'' اِستعمال ہوا ہے اَور بیعت کے لفظ میں ہمارے آج کل کے الیکشن کا مفہوم بھی شامل ہے کیونکہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں اَور سربراہِ مملکت بھی تھے اَور بیعت سے مراد اِنہیں سربراہِ حکومت تسلیم کرنا تھا، اِسلام نے اُسی دَور میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق بھی تفویض کر دیا تھا۔''

(اِسلام میں خواتین کے حقوق از ڈاکٹر ذاکر نائیک)

یہاں بھی ڈاکٹر صاحب آیت کی غلط تشریح کرتے ہوئے اِس سے عورت کے ووٹ دینے کا حق ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ عورتوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں آکر بیعت کرنا موجودہ دَور کے جمہوریت کے طرزِ اِنتخاب کی ہی قدیم شکل ہے جبکہ جمہوریت کی حقیقت سے جو لوگ واقف ہیں وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ تشریح بالکل واقع کے خلاف ہے اَور تفسیر قرآنی میں اپنی عقل کا بے جا اِستعمال ہے، اِس لیے کہ موجودہ جمہوریت کے مطابق سب کو اِختیار ہوتا ہے کہ وہ سربراہ چننے کے لیے اپنی رائے دیں اگر کسی شخص پر کثرت و اِتفاق رائے نہ ہو تو سربراہ نہیں بن سکے گا۔ اگر حضور ﷺ کا بیعت کرنا دَرحقیقت ووٹ لینا تھا تو کیا اُن صحابیات کو اِختیار تھا کہ حضور ﷺ کی سربراہی تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیں؟

(د) سورہ مریم کی آیت **یٰٓاُخْتَ ھٰرُوْنَ مَا کَانَ اَبُوْکِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ**

بَغِيًّا . (سورہ مریم آیت ۲۸) پر نا سمجھی سے کیا جانے والا معروف اِشکال۔

حضرت مریم علیہا السلام حضرت ہارون کی بہن نہیں تھیں اَور دونوں کے زمانے میں تقریباً ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے، کے جواب میں فرماتے ہیں :

''عیسائی مشنری یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کو یسوع مسیح کی والدہ (Mary) مریم اَور ہارون کی بہن مریم میں فرق کا پتہ نہیں تھا حالانکہ عربی میں ''اُخت'' کے معنٰی اَولاد بھی ہیں، اِس لیے لوگوں نے مریم سے کہا اَے ہارون کی اَولاد اَور اَصل اِس سے مراد حضرت ہارون علیہ السلام کی اَولاد ہی ہے''۔ (اِسلام پر چالیس اعتراضات : اَز ڈاکٹر ذاکر نائیک)

ڈاکٹر صاحب کی اَحادیث اَور لُغت سے نادانی اَور جہالت پر مبنی اِس تحقیق پر تبصرے کے طور پر مسلم شریف کی حدیث ہی کافی ہے، صحیح مسلم میں ہے :

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ : لَمَّا قَدِمْتُ نَجْرَانَ سَأَلُوْنِيْ، فَقَالُوْا : اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ يَاأُخْتَ هَارُوْنَ وَمُوْسٰى قَبْلَ عِيْسٰى بِكَذَا وَكَذَا، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: اِنَّهُمْ كَانَ يُسَمُّوْنَ بِاَنْبِيَائِهِمْ وَالصَّالِحِيْنَ قَبْلَهُمْ .(مسلم: ۶/۱۷۱، دارُالجِيل بيروت، رقم : ۵۷۲۱)

''یعنی نبی اَکرم ﷺ نے اِس آیت کی وضاحت آج سے چودہ سو سال پہلے ہی کر دی تھی اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام حضرت موسٰی علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون کی بہن نہ تھیں بلکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا اَور یہ لوگ اپنے اَنبیاء اَور گزشتہ برگزیدہ شخصیات کے ناموں پر اپنا نام رکھا کرتے تھے۔''

اِس سے پتہ چلا کہ نہ یہ کوئی نیا اِعتراض ہے اَور نہ ہی اپنی جانب سے جواب گھڑنے کی کوئی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تفسیر سے متعلق اَحادیث سے بے خبری کس قدر ہے کہ ذخیرہ اَحادیث و تفسیر سے حقیقت

تک پہنچنے کی کوشش کے بجائے من گھڑت تاویل کر رہے ہیں۔

(ہ) ڈاکٹر صاحب آیت کریمہ وَالْاَ رْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحَاھَا (سُورۃ النازعات: ۳۰) کے متعلق کہتے ہیں :

''یہاں اَنڈے کے لیے اِستعمال کیا جانے والا عربی لفظ '' دَحٰھَا '' ہے جس کا مطلب شترمرغ کا اَنڈا۔ شترمرغ کا اَنڈا زمین کی شکل سے مماثلت رکھتا ہے لہٰذا قرآنِ کریم مکمل درستگی سے زمین کی شکل کی وضاحت کرتا ہے۔ حالانکہ اُس وقت جب قرآن اُتارا گیا یہ خیال کیا جاتا تھا کہ زمین چپٹی (Flat) ہے۔''

(خطبات ذاکر نائیک : قرآن اَور جدید سائنس : ۷۴۔۷۳)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب سائنسی نظریہ سے مرعوب ہونے نیز قرآنِ کریم کے موضوع (جو کہ توحید اَور رسالت ہے اَور باقی طبعیات وغیرہ کی باتیں ضمناً ہیں) کو نہ سمجھنے کی وجہ سے زمین کی ہیئت کی تحقیق کرنے میں آیتِ کریمہ سے غلط اِستدلال کرتے ہوئے آیت کی من مانی تشریح کر رہے ہیں اِس لیے کہ ''دَحوٌ'' کا لفظ و مادہ عربی زبان میں پھیلانے اَور پھیلاؤ کا مفہوم رکھتا ہے، اِسی کے مطابق ''دَحٰھَا'' کی تفسیر و ترجمہ زمین کو پھیلانے سے اَور اُس میں موجود اَشیاء کے پیدا کرنے سے کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر) یہ لفظ و مادہ اَنڈے کے معنٰی میں نہیں آتا۔

(جاری ہے)

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل و اَحکام

﴿ جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت :

اِس مبارک مہینے میں اِسلام کا ایک اہم رُکن ''حج'' اَدا ہوتا ہے اِس لیے اِس مہینے کو ذی الحجہ (یعنی حج والا مہینہ) کہتے ہیں اَور حج کے علاوہ اِس مبارک مہینے میں اِسلامی تہوار ''عیدالاضحیٰ'' کی شکل میں اَدا کیا جاتا ہے جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اِس کے علاوہ یہ مہینہ عظمت و فضیلت والے مہینوں میں سے ہے جس میں عبادت کا خاص مقام ہے اَور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ تو بہت ہی فضیلت رکھتا ہے اَور عرفہ (یعنی ۹ رذی الحجہ) کے دِن کی فضیلت کا تو ٹھکانا ہی نہیں۔

ایک روایت میں ہے :

> ''تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اَور تمام مہینوں میں زیادہ معظم و مکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔'' (بزار، بیہقی فی شعب الایمان، الجامع الصغیر ج ۴ رقم ۴۷۴۹)

لہٰذا ذی الحجہ کے بابرکت مہینے کی قدر کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اَور نیکی و تقوی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اِن مہینوں میں عبادت و طاعت کی خاص فضیلت اِسلام میں اَب بھی باقی ہے اَور روزہ بھی عبادت و طاعت میں داخل ہے، اِس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اَور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض اَحادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین و فقہاء کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب و مندوب ہونا ثابت ہے۔

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت :

ویسے تو ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی اپنی ذات میں خیر و برکت والا مہینہ ہے لیکن اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خصوصیت کے ساتھ مزید فضیلت کا حامل ہے۔

ایک روایت میں ہے :

''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:
''کوئی دِن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دِنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اَور پسندیدہ ہو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اَور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے پھر اُن میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے اَور شہید ہو جائے یہ اِن دِنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی و مسند احمد، ترغیب و ترہیب ج ۲ ص ۱۲۷)

ایک روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:
''اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دِنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اَور محبوب تر کوئی عبادت نہیں لہٰذا اِن میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔'' اَور ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ذکر بھی ہے۔ (بیہقی، مسند اِمام احمد ص ۱۶۸ ج ۲۰)

مذکورہ بالا اَحادیث سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے مہینہ کے پہلے دس دِنوں کی بڑی فضیلت اَور اہمیت ہے۔ دَراصل یہ عشرہ حج کا عشرہ ہے اَور اِن دِنوں کا خاص عمل حج ہے لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہو سکتا ہے پس جو لوگ وہاں نہیں جا سکتے اُن کو اپنی جگہ رہتے ہوئے اِن دِنوں میں خاص فضیلت عطا کردی گئی ہے لہٰذا اِن مبارک دِنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ جل شانہٗ کی عبادت اَور اِطاعت بہت لگن اَور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اَور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اَور ذکر و فکر، تسبیح و تلاوت، صدقہ و خیرات اَور نیک اعمال میں کچھ نہ کچھ اِضافہ کرنا اَور گناہوں سے بچنا چاہیے نیز روزوں کا بھی جہاں تک ہو سکے اہتمام کرنا چاہیے۔

۹؍ذی الحجہ کے روزے کے فضائل واَحکام :

اَحادیث میں ۹؍ذی الحجہ کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک روایت میں ہے :

''حضرت اَبوقتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (یعنی ۹؍ذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا (۹؍ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اَور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔'' (مسلم، مسند اَحمد، ترغیب وترہیب ج ۲ ص ۶۷ تا ۶۹)

تشریح : گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دُوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ، حدیث میں جن گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے اُن سے صغیرہ گناہ مراد ہیں مگر صغیرہ گناہوں کی معافی بھی کوئی معمولی نعمت نہیں اَور کبیرہ گناہوں کے بارے میں اُصولی وتحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ وندامت کے معاف نہیں ہوتے (اَلبتہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمادیں تو اَلگ بات ہے) اَور حقوق العباد حق اَدا کیے بغیر یا صاحبِ حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ (معارف القرآن، سورہ نساء آیت ۳۱)

☆ عرفہ کے دِن کی فضیلت ہر شخص کو اُس ملک کی تاریخ کے اِعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے پس جو شخص کسی ایسے ملک میں ہے کہ وہاں کی تاریخ سعودی عرب سے ایک دِن پیچھے ہے تو اُس ملک والے کے لیے سعودی عرب کی تاریخ کا اِعتبار نہ ہوگا کہ سعودیہ میں دس ذی الحجہ یعنی بقرعید کا دن ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عید الاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اِعتبار سے کرے گا اِسی طرح عرفہ بھی عید الاضحیٰ سے ایک دِن پہلے شمار ہوگا۔

☆ بعض لوگ عرفہ کے دِن کسی ایک مقام پر اکٹھے اَور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اَور عرفات میں حاجیوں کے اجتماع کی مشابہت اِختیار کرتے ہیں، اِس کی شریعت میں کوئی اَصل نہیں بلکہ بے بنیاد اَور من گھڑت بات ہے لہٰذا اِس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

☆ حجاجِ کرام کے حق میں عرفات میں عرفہ کے دِن کا روزہ عام حالات میں مکروہ ہے تاکہ ضعف کی وجہ سے وقوفِ عرفات کے اَعمال میں کمی واقع نہ ہو اَور غروب ہوتے ہی مزدلفہ کی طرف چلنا آسان رہے اَلبتہ جس حاجی کو اپنے بارے میں یقین ہو کہ روزہ رکھنے سے وقوفِ عرفات اَور دُعائیں مانگنے اَور سورج غروب

ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ روانگی وغیرہ میں کوئی خلل نہ ہوگا اُس کے لیے مکروہ نہیں بلکہ یہ روزہ اُس کے حق میں بھی مستحب ہوگا۔ (معارف السنن ج ۶ ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ درسِ ترمذی ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

تکبیرِ تشریق (۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی عبادت وفضیلت والا مہینہ ہے اَور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خاص طور پر فضیلت رکھتا ہے اِس میں عبادت، ذکر (تکبیر، تہلیل اَور حمد یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ) کی کثرت کرنی چاہیے پھر اِس میں بھی ۹ /تاریخ سے لے کر ۱۳/تاریخ تک پانچ دِنوں میں تکبیرِ تشریق کی خاص تاکید اَور فضیلت ہے، اِن پانچ دِنوں میں حجاج کرام کو بھی ذکر کی خاص تاکید کی گئی ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) یعنی ''اَور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دِنوں میں''۔ اِن چند دِنوں سے مراد ایامِ تشریق ہیں جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے (معارف القرآن، اَنوار البیان) حضرت عمر بن خطاب اَور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اِن دِنوں میں تکبیر تشریق پڑھنا منقول ہے۔

یہ تکبیر '' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ '' نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تکبیرِ تشریق کی حکمت :

اِن دنوں میں تکبیرِ تشریق کہنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اَور عظمت دِلوں میں پختہ ہو، جس ذات کی دِل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے بلکہ اُس کے اِشاروں پر چلتا اَور اُس کی چاہت کو مدّ نظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔ بار بار مسلمانوں کو اِس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دِلوں میں بٹھائیں، اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے مقابلے میں نفس وشیطان، رشتہ دار، دوست واَحباب کسی کی بات نہ مانیں، عظمت وکبریائی صرف اللہ کے لیے ہے، اُسی کی اِطاعت کریں، اُس کی اِطاعت میں آنے والی ہر رُکاوٹ کا مقابلہ کریں۔ یہ حقیقت پیش نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنا چاہیے، پھر اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت دِل میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے یا نہیں؟ اَور آخرت کی فکر دِل میں پیدا ہو رہی ہے یا دِن بدن دُنیا کی ہوس اَور محبت میں اِضافہ ہو رہا ہے؟

حج وقربانی : ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت :

ذی الحجہ کے مہینے کی اِس سے بڑی اَور کیا فضیلت ہوگی کہ دو اہم عبادتیں جو سال بھر کے دُوسرے دِنوں میں اَنجام نہیں دی جاسکتیں اُن کو اَنجام دینے کے لیے اللہ نے اِس مہینے کو منتخب فرمایا، یہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اِن اَوقات کے علاوہ دُوسرے اَوقات میں اَگر اِن عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوں گی۔

اِن میں سے ایک عبادت ''حج'' ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جو اِن دِنوں کے علاوہ دُوسرے دِنوں میں اَنجام نہیں دی جاسکتی۔ حج کے اَرکان مثلاً عرفات میں جا کر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رَمی کرنا وغیرہ یہ اَرکان و اَعمال ایسے ہیں کہ اَگر اِنہی دِنوں میں اَنجام دیے جائیں تو عبادت ہیں اَور دِنوں میں اَگر کوئی شخص عرفات میں دس دِن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دُوسرے دِنوں میں کوئی شخص جا کر اِن کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِن ہی دِنوں کو مقرر فرما دیا ہے کہ اَگر بیت اللہ کا حج اِن دِنوں میں اَنجام دو گے تو عبادت ہوگی اور اُس پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں لیکن دُوسری عبادتیں مثلاً پانچ وقت کی نماز اِنسانی فرائض میں سے ہے مگر جب چاہے نفل نماز پڑھنے کی اِجازت ہے، رمضان میں روزہ فرض ہے مگر نفلی روزہ جب چاہے رکھیں، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے مگر نفلی صدقہ جب چاہے اَدا کریں۔

حج کے فضائل :

ذی الحجہ کے مہینہ کی پہلی خاص اَور اہم عبادت حج ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج سے متعلق بھی چند باتیں پیش کر دی جائیں۔

''حج'' اِسلام کا اہم رُکن اَور فریضہ :

اِسلام کے پانچ اَرکان میں سے آخری اَور تکمیلی رُکن بیت اللہ کا حج ہے۔ ''حج'' اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے اَور تمام اَنبیائے کرام علیہم السلام اَور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا شِعار ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم اَور تمام اَنبیائے کرام علیہم السلام نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اَور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہوا جس نے حج نہ کیا ہو۔ (عمدۃ الفقہ بتغیر)

حج کے فرض ہونے کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ ہجری میں آتا ہے اَور اِس سے ایک سال بعد یعنی اَگلے سال ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے وصال سے تین مہینے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو " حَجَّةُ الْوَدَاعِ " کے نام سے مشہور ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''اِسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اِس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (عبادت اَور بندگی کے لائق) نہیں اَور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اَور اُس کے رسول ہیں، دُوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ اَدا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری شریف)

فائدہ : اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اَگر نماز، زکوٰۃ، روزہ سب کرتا ہو مگر حج فرض نہ کیا ہو تو اُس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔ (''حیاۃ المسلمین'' اَز حکیم الامت مولانا اَشرف علی تھانویؒ)

حج کس پر فرض ہے ؟

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

''اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اُن لوگوں پر جو اُس تک جانے کی اِستطاعت رکھتے ہوں اَور جو شخص (اللہ تعالیٰ) کا حکم نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اِس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

ایک روایت میں ہے :

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اَور اُس نے پوچھا کہ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سفر کا سامان اَور سواری۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط بتائی گئی ہے کہ حج اُن لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظّمہ تک پہنچنے کی اِستطاعت رکھتے ہوں۔ ایک سوال کرنے والے صحابی نے اِس اِستطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے مختصراً اِس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا اِنتظام ہو جس پر مکہ معظّمہ تک سفر کیا جا سکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اَور اِس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لیے اِتنا

سرمایہ ہو جو اِس سفر کے زمانہ میں گزارے کے لیے کافی ہو۔

فقہائے کرامؒ نے آیات واَحادیث میں غور فرما کر اِستطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ اِس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اُوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کرسکتا ہے، آپ بھی اِس میں غور کر کے اپنے اُوپر حج فرض ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجیے۔

حج کی اِستطاعت کا مطلب :

حج فرض ہونے میں جس قدرت اَور اِستطاعت کی ضرورت ہے اُس کا مطلب یہ ہے :

''جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور کے پاس اُس کی اَصلی اَور بنیادی ضروریات سے زائد اَور فاضل اِتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اَور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کر سکے اَور اپنی واپسی تک اُن اہل وعیال کے خرچ کا اِنتظام بھی کر سکے جن کا نان ونفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے اَور راستہ بھی مامون (اَمن والا) ہو تو ہر ایسے مسلمان پر حج فرض ہے۔ عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعًا جائز نہیں اِس لیے وہ حج پر اُس وقت قادِر سمجھی جائی گی جب اُس کے ساتھ کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا عورت اُس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے۔'' (معارف القرآن جلد۲ ص۱۲۲)

قربانی کے فضائل :

اِس مہینے کی دُوسری خاص عبادت ''قربانی'' ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن (یعنی دس، گیارہ اَور بارہ تاریخ) مقرر فرمادیے ہیں۔ اِن دِنوں کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ اَگر کسی نے قربانی کا جانور متعین کیا ہوا تھا لیکن اُس کی قربانی نہیں کی اَور یہ تین دِن گزر گئے، تب بھی اُس جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اُس کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔

کئی اَحادیث میں قربانی کے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں اِس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اَور پسندیدہ نہیں اَور قیامت کے دِن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اَور کھروں کو لے کر

آئے گا (اَور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اَور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کرلیتا ہے لٰہذا تم خوش دِلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترغیب وترہیب)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عید کے دِن قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اَور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ اَفضل ہے۔ (ترغیب وترہیب ج ۲ ص ۱۰۰)

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضراتِ صحابہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! اِن قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ طریقہ ہمارے باپ اِبراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اَور یہ اُن کا طریقہ چلا آرہا ہے (جس کی اِتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم کو اِن میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''ہر بال کے بدلہ ایک نیکی''! عرض کیا اُون والے جانور یعنی بھیڑ دُنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''اُون میں سے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔'' (ترغیب وترہیب ج ۲ ص ۹۹)

ایک روایت میں ہے کہ قربانی کے ذبح ہونے کے وقت زمین پر پہلا قطرہ گرنے سے قربانی کرنے والے کے گزشتہ (صغیرہ گناہ) معاف کردیے جاتے ہیں۔ (بزار، ترغیب وترہیب ج ۲ ص ۱۰۰)

ایک اَور روایت میں ہے کہ قربانی کا خون بظاہر اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن درحقیقت وہ اللہ عزوجل کی حفاظت اَور نگہبانی میں داخل ہوجاتا ہے۔ (ترغیب وترہیب ج ۲ ص ۱۰۰ بحوالہ طبرانی)

ایک اَور روایت میں ہے کہ جو شخص خوش دِلی اَور اِخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی اُس کے لیے آگ (یعنی دوزخ) سے آڑ بن جاتی ہے۔ (ترغیب وترہیب)

اِن اَحادیث سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کے دِن قربانی کرنے سے جو فضیلت حاصل ہوسکتی ہے وہ اِس کے مقابلہ میں کسی دُوسرے عمل سے حاصل نہیں ہوسکتی اِسی لیے اَگر کوئی شخص مثلاً پانچ ہزار روپیہ قربانی کرنے پر خرچ کرتا ہے اور دُوسرا شخص قربانی کے بجائے پچاس ہزار روپیہ صدقہ کرتا ہے تب بھی قربانی کرنے والے کو زیادہ فضیلت حاصل ہوگی۔

قربانی کے مسائل

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم العالی ﴾

قربانی کس پر واجب ہے :

(1) جس پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر بقر عید کے دِنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اَور اگر اِتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کردے تو ثواب ہے۔

مسئلہ : قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اَولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اَگر نابالغ اَولاد مالدار بھی ہو تو تب بھی اُس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اُس کے مال میں سے کیونکہ اُس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اَولاد کی طرف سے دے تو مستحب ہے۔ بیوی اَور بالغ اَولاد مالدار ہو تو اُن کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : بیوی اَور بالغ اَولاد مالدار ہو اَور شوہر بیوی کے لیے اَور بالغ اَولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لادے تاکہ وہ قربانی کرسکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ : جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اَور کاروبار میں اُس کا اپنا حصہ اَور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اِس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اُس پر قربانی واجب ہوگی اَور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اُس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے اَبھی لینا ہو تو اگر مہر معجّل ہو اَور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے۔ اَور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مالدار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پہلے اِتنا مالدار نہ تھا اِس لیے قربانی واجب نہ تھی۔ پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

(2) قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں :

مسئلہ : قربانی کے تینوں دِن اِقامت کا ہونا شرط نہیں ہے دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دِن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اَب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ : دسویں کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اَور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آ گیا تو قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ : اگر مالدار قربانی کے دِن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اَور باقی وقت سفر میں گزرا تو اِس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ : جو شخص حج پر گیا اَور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو اُس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵/ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا، اَب چونکہ منٰی عرفات جانے میں پندرہ دِن سے کم ہیں اِس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اِقامت کی نیت بھی کر لے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اِس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے ۱۲/ ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اَور اِس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

قربانی کا وقت :

مسئلہ : ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دِن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اَور خطبہ کے بعد ہے جبکہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ : گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن ابھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کر دی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام کے نماز پڑھانے کے دوران قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ : اِمام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اُس کے بعد پتہ چلا کہ اِمام کا وضو نہ تھا اَور اِمام نے بلاوضو عید کی نماز غلطی سے پڑھادی تھی تو قربانی ہوگئی اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے یا بلا عذر پہلے دِن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی اَلبتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اَور دُوسرے دِن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اَور پھر لوگوں نے قربانی کی ، بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ دِن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اَور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اگر باقاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو نماز اَور قربانی دونوں جائز ہیں اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دِن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اَور اَندھیرے میں پتہ نہ چلے اَور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اُس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو، ذبح ہوجانے کے بعد اُس کو منگوالے اَور گوشت کھائے۔

قربانی کے جانور :

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی اِن جانوروں کی قربانی درست ہے۔ اِن کے علاوہ کسی اَور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں، جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اَور گائے، بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے۔ اُونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ : بکری جب پورے ایک سال کی ہوجاتی ہے اَور گائے جب پورے دو سال کی ہوجاتی ہے اَور اُونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہوجاتی ہے تو اُس کے نچلے جبڑے کے دُودھ کے دانتوں میں سے سامنے

کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں، نر اَور مادہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اَصل یہی ہے کہ جانور اِتنی عمر کا ہو۔ اِس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اَور وہ چاند کے اعتبار سے ایک سال کی ہوگئی ہو لیکن اُس کے دو دانت اَبھی نہ نکلے ہوں تو اُس کی قربانی دُرست ہے۔ لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اِعتماد نہیں کر لینا چاہیے اَور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ : دُنبہ یا بھیڑ اگر اِتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دُنبہ اَور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اَور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : گائے، بھینس، اُونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اَور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی مثلاً آٹھ آدمیوں نے مل کر ایک گائے خریدی اَور اُس کی قربانی کی تو درست نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔ اِسی طرح ایک بیوہ اَور اُس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے ملی، اِس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ : گائے اُونٹ میں بجائے سات حصوں کے صرف دو حصے ہوں یعنی دو آدمی مل کر ایک گائے یا اُونٹ ذبح کریں اَور اِس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔ اِسی طرح اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

قربانی کا گوشت اَور کھال :

مسئلہ : یہ اَفضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھے ایک حصہ اپنے رشتے داروں اَور دوستوں کے لیے اَور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کردے تو یہ بھی درست ہے اَور اگر اپنی عیالداری زیادہ ہے اِس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ

بھی جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کر دیا تو اُس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کردے یا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت صدقہ کردے۔

مسئلہ : گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اَور نیک اَور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں، صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ : جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اِسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جبکہ اُس کو بلا عوض دی جائے اُس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی مِلک میں دینے کے بعد وہ اگر اُس کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت اَور اُس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ : گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ : سات آدمی گائے میں شریک ہوں اَور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اَٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہو جائے گا خواہ شریک اِس پر راضی بھی ہوں ۔ اَور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اُس کا کھانا بھی جائز نہیں اَلبتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اَور کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اُس طرف اگر گوشت کم ہو درست ہے چاہے جتنا کم ہو، جس طرف گوشت زیادہ ہو اُس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اَب بھی سود رہا۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اَور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء واَحباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : تین بھائی یا زیادہ یعنی سات تک بھائی ایک گائے میں شریک ہوں اَور کہیں کہ اپنی اپنی

ضرورت کا گوشت لے لو اَور باقی فقراء پر تقسیم کر دو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو برابر برابر تقسیم کرلیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

متفرق مسائل :

مسئلہ : اُونٹ میں نحر اَفضل ہے اَور ذبح بھی جائز ہے جبکہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہو کر کُل کی کُل واجب ہوئی۔

مسئلہ : اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اُس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اَور سے ذبح کرالے اَور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ : قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اَور دُعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دِل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اَور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو دُعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

ذبح سے پہلے کی دُعا :

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ . اِنَّ صَلَا تِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ .

ذبح کے بعد کی دُعا :

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .

مسئلہ : قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

مسئلہ : جس پر قربانی واجب تھی لیکن اُس نے برسوں قربانی نہیں کی تو وہ گناہ کی معافی بھی مانگے اَور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اُس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔

مسئلہ : قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دُودھ دوہا ہو یا اُس کی اُون اُتاری ہو تو اُس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ (ماخوذ اَز : مسائلِ بہشتی زیور)

قسط : ۲

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قابلِ تقلید اِمتیازی صفات :

فقیہ الاسلام سیّدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور ارشاد ہے کہ :

مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَیَّ لاَ تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةَ، أُولٰئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الاُمَّةِ، اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَ اَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ اَقَلَّهَا تَکَلُّفًا ، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، وَلِاِقَامَةِ دِیْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰی اِثْرِهِمْ ، وَتَمَسَّکُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلاَقِهِمْ وَسِیَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ کَانُوْا عَلَی الْهُدٰی الْمُسْتَقِیْمِ .(مشکوٰۃ شریف ۱/۳۲)

''جسے پیروی کرنی ہے وہ حضراتِ مرحومین کی پیروی کرے کیونکہ زندہ آدمی فتنہ سے محفوظ نہیں ہے اَور (وہ قابلِ اِتباع حضرات) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں: جو اِس اُمت کے اَفضل ترین حضرات تھے، وہ دِلوں کے اِعتبار سے سب سے نیک، علم کے اعتبار سے سب سے گہرے اَور تکلف میں سب سے کم تھے (سادہ زِندگی والے تھے) اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ اَور اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرما لیا تھا، لہٰذا تم اُن کی فضیلت کو پہچانو اَور اُن کے نقش قدم پر چلو اَور تم سے جس قدر ہو سکے اُن کے اَخلاقِ فاضلہ اَور مبارک سیرت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اِس لیے کہ وہ سیدھی راہ پر قائم تھے۔''

اِس اِرشاد سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خاص کر تین صفات نمایاں تھیں :

(۱) دِلوں کی نیکی

(۲) علمی گیرائی

(۳) سادگی و بے تکلفی

یہ ایسی صفات ہیں کہ جس فرد اَور جس جماعت میں پیدا ہو جائیں اُس کو دارین کی عظمت نصیب ہو سکتی ہے۔

دِلوں کی نیکی

دِلوں کے نیک ہونے کے اَثرات زندگی میں تین طرح ظاہر ہوتے ہیں :

(الف) اِخلاص :

جب دِل میں نیکی ہوگی تو یقیناً اِنسان کا ہر عمل مکمل اِخلاص پر مبنی ہوگا اَور وہ کبھی بھی دینی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اَور کی خوشنودی کو ہرگز پیش ِنظر نہ رکھے گا۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبتِ مبارکہ سے یہ شان اِس اَنداز میں پائی جاتی تھی کہ اُن کے بعد پوری اُمت میں اِس کی مثال نہیں ملتی، خود قرآنِ پاک میں اُن کے خلوص کی شہادت دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت ہی شاندار اَنداز میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعارف کراتے ہوئے اِرشاد فرمایا ہے :

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ، تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (سُورۃ الفتح آیت ۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اَور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اَور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب ! تو اُن کو اِس حال میں دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اَور کبھی سجدہ ریز ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اَور اُس کی خوشنودی کی جستجو میں لگے ہیں، سجدہ کی تاثیر کی وجہ سے اُن کی نشانی اُن کے چہروں پر نمایاں ہے۔''

اِسی خلوص اَور للّٰہیت کی وجہ سے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت بیان کرتے

ہوئے اِرشاد فرمایا :

لاَ تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ أَنَّ أَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِ وَلَا نَصِیْفَہٗ.

(بخاری شریف ۳۶۷۳، مسلم شریف ۲۵۴۱)

''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلامت کہو، اِس لیے کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ کسی صحابی کے خرچ کردہ ایک مد یا آدھے مد (کے ثواب) تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔''

یعنی جو دِلی خلوص ایک صحابیٔ رسول کے دِل میں پیوست تھا، جو اَجر وثواب کے اِستحقاق میں سب سے زیادہ مؤثر ہے اُس درجہ کا خلوص بعد والوں میں پایا نہیں جاسکتا۔

(ب) جذبۂ اِطاعت :

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی دِلوں کی نیکی ہی کا اَثر تھا کہ اُنہوں نے شریعت کی تعمیلِ کامل اَور قرآن وسنت کی پیروی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ دُنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ وہی عرب جہاں اِسلام سے پہلے اَور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت سے قبل قتل وغارت گری، بے حیائی اَور فحاشی اَور جاہلانہ اعمال ورسومات کا چلن عام تھا، اِسلام کی روشنی پھیلتے ہی یہ علاقہ اَمن واَمان کا گہوارہ اَور عفت وعصمت اَور پاکیزگی وپاکبازی کا سرچشمہ بن گیا۔ حرام کی جگہ حلال، غلاظت کی جگہ طہارت، اَور خونریزی کی جگہ اَمن وسلامتی کا سکہ چلنے لگا۔ شراب! جو اہلِ عرب کی گھٹی میں پڑی تھی اَور جسے پانی کی طرح اِستعمال کیا جاتا تھا اُس کی حرمت کا اعلان ہوتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بلا چوں چرا مٹکے اُنڈیل دیے اَور بندھے ہوئے مشکیزوں کے دہانے کھول دیے، تا آنکہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ پڑی۔ (مسلم شریف ۱۶۲/۲)

غزوۂ خیبر میں اعلان ہوا کہ پالتو گدھے حرام ہوگئے ہیں تو اگرچہ اُن کا گوشت دیگچوں میں پک رہا تھا لیکن حرمت کا پتہ چلتے ہی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پکتے ہوئے دیگچے اُلٹ دئے۔ (بخاری شریف ۶۰۴/۲)

کوئی بات پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے صادر ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو اُس کے سامنے آنے کے بعد یہ ناممکن تھا کہ کوئی صحابی اُس کی تعمیل میں ذرہ برابر بھی آنا کانی کرے، حکم کی بجا آوری

کا ایسا بے مثال جذبہ تھا کہ جہاں حکم مِلا وہیں بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے اَور سرِ تسلیم خم ہوگیا۔

سیّدنا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد ِ نبوی میں نمازِ جمعہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے، پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام خطبہ جمعہ کے لیے ممبر پر تشریف لا چکے تھے، آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اِرشاد فرمایا: ''بیٹھ جاؤ'' یہ اِرشاد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے کان میں اُس وقت پڑا جبکہ آپ مسجد سے باہر ہی تھے، بس آپ یہ اِرشاد سنتے ہی فوراً وہیں بیٹھ گئے، تا آنکہ پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام نے خطبہ پورا فرمایا، بعد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل سامنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت آمیز اَنداز میں یہ دُعا دی ''اللہ تعالیٰ خدا اَور اُس کے رسول کی حکم بجا آوری کے تمہارے شوق میں مزید اِضافہ فرمائے''۔(حیاۃ الصحابہ ص ۶۲۷)

اِسی طرح مشہور واقعہ ہے کہ ایک اَنصاری صحابی کی بلند عمارت کو دیکھ کر نبی اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی تو جیسے ہی اُن صحابی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا علم ہوا تو فوراً پوری عمارت زمین بوس کردی۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بدن پر رنگین کپڑا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی تو اُن صحابی رضی اللہ عنہ نے احساس کرتے ہی وہ کپڑا جا کر تنور میں جلا ڈالا۔(حیاۃ الصحابہ ۲/۶۳۰)

اَور یہ جذبہ صرف چند صحابہ رضی اللہ عنہم تک محدود نہ تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا پورا معاشرہ، کیا مرد کیا عورتیں، کیا بوڑھے کیا جوان، کیا اَمیر کیا غریب، اَز اَوّل تا آخر سب کے سب دِل وجان سے دین کے شیدائی اَور حکمِ خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکنے والے تھے۔

آپ دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اُس دور میں اَخلاقی، سماجی اَور مالی جرائم گویا کہ ناپید ہوگئے تھے۔ دَورِ نبوت اَور دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اِسلامی عدالتوں میں اِس طرح کے جو مقدمات پیش ہوئے اُنہیں اُنگلیوں پر گنا جا سکتا ہے اَور اُن میں بھی یہ پہلو نمایاں تھا کہ مجرم اللہ کے خوف سے خود ہی اپنے جرم کا اِقرار کرنے والا ہوتا تھا تاکہ جو بھی سزا ہو وہ دُنیا میں بھگت کر آخرت کی سنگین سزا سے بچنے کا اِنتظام ہوجائے۔

حضرت ماعز اَسلمی رضی اللہ عنہ اَور اِمرأۃ غامدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جنہیں زنا کے جرم میں سنگسار کیا گیا) کے واقعات اِس معاملہ میں عبرت ناک بھی ہیں اَور نصیحت آموز بھی، یعنی پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت

طیبہ سے اُن کے قلوب ایسے مزکّٰی اَور مجلیٰ ہو گئے تھے کہ اَوّلاً تو سرکشی اَور نافرمانی کا داعیہ ہی دِل میں نہ اُبھرتا تھا اَور اگر کبھی نفسانی اَثرات سے کوئی اُونچ نیچ کی بات ہو بھی جاتی تو اُس وقت تک چین نہ آتا جب تک کہ دُنیا ہی میں اُس کی تلافی نہ ہو جاتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان اِس آیتِ مبارکہ کے عین مطابق تھی :

وَالَّذِیْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ، وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. (سُورہ آل عمران آیت ۱۳۵)

''اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھتے ہیں کوئی کھلا گناہ، یا اپنے حق میں برا کام کریں تو یاد کریں اللہ کو اَور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی، اَور کون ہے گناہ بخشنے والا اللہ کے سوا؟ اَور اَڑتے نہیں اپنے کیے پر اَور وہ جانتے ہیں۔''

گناہوں سے بچنے کا یہ جذبہ دِلوں کی نیکی کے بغیر پیدا ہو ہی نہیں سکتا، اِس لیے اِن حالات کی روشنی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اِرشاد کی صداقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ واقعۃً حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اُمت میں سب سے نیک مخلص اَور شریعت پر عمل کرنے میں سب سے ممتاز تھے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ .

(ج) بغض و عناد سے اِجتناب :

دِلوں کی نیکی کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دُوسرے کے خیر خواہ اَور بغض و عناد اَور حسد اَور کینہ سے دُور تھے۔ اِیثار و ہمدردی، تواضع اَور فروتنی اُن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی۔ ہجرت کے موقع پر مہاجرین و انصار میں جو مواخات (بھائی چارگی) قائم کی گئی اَور جس طرح دونوں فریقوں نے اِسے نبھایا وہ دُنیا کی تاریخ کا ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اَور عظیم الشان اِنعام تھا ورنہ اُس وقت کے عرب معاشرے میں اِس طرح کی اُلفت و محبت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اِس عظیم نعمت کی یاد دہانی اِس طرح بیان فرمائی ہے :

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِيْ الْأَرْضِ جَمِيْعاً مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ، إِنَّهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (سُورة الأنفال آیت ۶۳)

''اَور اِن (مؤمنین) کے دِلوں میں محبت ڈال دی، اگر آپ جو کچھ زمین میں ہے سب (اِس غرض سے) خرچ فرمادیتے پھر بھی اِن کے دِلوں میں اُلفت نہ ڈال پاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اِن میں اُلفت ڈال دی۔''

حضرت زید بن اَسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت اَبودُجانہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اُس وقت نزع کے عالم میں تھے لیکن چہرہ خوشی اَور مسرت سے چمک رہا تھا، میں نے عرض کیا کہ کیا بات ہے چہرے پر بشاشت پھیل رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: میں اپنے اعمال میں دو باتوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے قابلِ قبول تصور کرتا ہوں، اَوّل یہ کہ میں اپنی زبان کو بیکار اَور لغو باتوں سے محفوظ رکھتا تھا، دُوسرے یہ کہ میرا دِل مسلمانوں کی طرف سے بالکل صاف تھا۔ (حیاۃ الصحابہ ۲/۷۴۲)

ابن بریدۃ اَسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ نازیبا بات کہی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس شخص سے فرمایا کہ تم مجھے برا بھلا کہتے ہو؟ حالانکہ میرے اَندر تین باتیں پائی جاتی ہیں: (۱) میں جب بھی قرآنِ پاک کی کوئی آیت پڑھتا ہوں (اَور اُس کے علوم کا میرے سامنے اِنکشاف ہوتا ہے) تو میرے دِل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہر مسلمان کو وہ علم حاصل ہوجائے جو مجھے حاصل ہے۔ (۲) جب مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کسی حاکم نے اپنی رعایا کے ساتھ اِنصاف کیا ہے تو مجھے دِلی مسرت ہوتی ہے اگرچہ وہ حاکم ایسی جگہ ہو جہاں مجھے کبھی مقدمہ لے جانے کا اِمکان نہ ہو (یعنی اُس خوشی کا تعلق اپنے کسی مفاد سے نہیں بلکہ صرف مِلّی اَور قومی مفاد سے ہے)۔ (۳) جب میں یہ سنتا ہوں کہ کسی علاقہ میں بارانِ رحمت ہوئی ہے تو مجھے قلبی مسرت ہوتی ہے اگرچہ میرا اُس علاقہ میں کوئی چرنے والا جانور نہ ہو۔ (حیاۃ الصحابہ ۲/۷۴۳)

گویا یہ حضرات عمومی طور پر خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار تھے اَور پوری اُمت کی فوز وفلاح کے لیے دِل سے متمنی رہتے تھے اَور بعد کے زمانہ میں اُن کے درمیان جو اِختلافات اَور معرکے پیش آئے وہ بھی نفسانیت پر مبنی نہ تھے بلکہ خلوص پر مبنی تھے اَور ہر فریق دیانۃً جس بات کو حق سمجھتا تھا اُس پر قائم تھا۔ اِس لیے اُن اِختلافی حادثات کی وجہ سے کسی بھی صحابی کے بارے میں بدگمانی یا طعن و تشنیع کی قطعاً اِجازت نہیں ہے۔ (جاری ہے)

دینی مسائل

﴿ متفرق مسائل ﴾

۞۞۞

(1) حرام وحلال کا ضابطہ :

شریعت میں کسی شے کا اِستعمال کے منع اَور حرام ہونے کی وجہیں چار ہیں :

(۱) نجاست جیسے پیشاب پاخانے مردار وغیرہ میں (۲) مضر ہونا جیسے سنکھیا میں (۳) اِسْتِخْبَاثْ (گھنونا پن) یعنی طبیعتِ سلیمہ کا اُس سے گھن کرنا جیسے کیڑے مکوڑوں اَور حشرات میں۔ (۴) نشہ لانا۔

جمادات سب پاک اَور حلال ہیں اِلا یہ کہ مضر ہو یا نشہ لانے والا ہو۔

اِسْتِخْبَاثْ جمادات میں نہیں ہوتا۔

اَور اگر مضر چیز کا نقصان کسی طرح جاتا رہے یا نشہ آور چیز میں نشہ نہ رہے تو ممانعت بھی نہ رہے گی اِس سے معلوم ہوا کہ مٹی کھانے میں جہاں نقصان ہو جائز نہیں ہے اَور جہاں نقصان نہ ہو جائز ہے جیسے بحالتِ حمل میں تھوڑی سی صاف مٹی یا ملتانی کھالینا کہ عورت طبعًا اِس پر مجبور ہوتی ہے جائز ہے ہاں اِتنی نہ کھائے جس سے نقصان ہو۔ پان میں چونا زیادہ کھانا جو دانتوں کو خراب کرے یا کوئی اَور نقصان کرے جائز نہیں، تھوڑی مقدار میں جائز ہے۔

نباتات :

سب پاک اَور حلال ہیں اِلا یہ کہ مضر ہو یا نشہ لانے والا ہو۔ مضر میں ممانعت کی وجہ ضرر ہے تو اِس کے اِستعمال میں کچھ بھی حرج نہیں ہے جیسے جمال گوٹہ کچلا وغیرہ کہ ماہر طبیب کی رائے سے اِن کا اِستعمال بِلا تکلف جائز ہے۔

حیوانات :

مسئلہ : جو جانور اَور جو پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں اُن کا کھانا جائز نہیں کیونکہ حدیث میں صراحت کے ساتھ اِن سے منع کیا گیا ہے۔

مسئلہ : جن پرندوں کی غذا فقط مردار اَور گندگی ہے تو چونکہ اُن کا گوشت خالص حرام سے بنا ہے اِس لیے طبیعت عادۃً اِس سے گھن کرتی ہے اِس اِستخباث کی وجہ سے اُن کا کھانا حرام ہے مثلاً گدھ وغیرہ۔

مسئلہ : جن پرندوں کی غذا فقط دانہ دُنکا ہے وہ سب حلال ہیں۔

مسئلہ : وہ پرندے جو دانہ دُنکا بھی کھاتے ہیں اَور گندگی و مردار بھی چگ لیتے ہیں جیسے کھلی پھرنے والی مرغی اَور عام شہری کوا۔ اِمام اَبو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حلال ہیں۔ ہاں کوئی شخص عادت نہ ہونے کی وجہ سے نہ کھائے تو اَور بات ہے۔

مسئلہ : بجو، گوہ، کچھوا، بھڑ وغیرہ چونکہ حشرات میں سے ہیں اِس لیے حرام ہیں۔

مسئلہ : جو گوشت کوئی عیسائی یا ہندو بیچتا ہے اَور یوں کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے اُس سے خرید کر کھانا درست نہیں۔ اَلبتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اُسی وقت کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا وہ جانے لگا تو دُوسرا کوئی اَور اُس کی جگہ پر بیٹھ گیا تب بھی درست ہے۔

مسئلہ : دُودھ کا پنیر بنانے میں ایک چیز اِستعمال کی جاتی ہے جس کو عربی زبان میں انفحہ کہا جاتا ہے۔ یہ جانور کے معدہ سے نکالی جاتی ہے اُس کو دُودھ میں شامل کرنے سے دُودھ جم جاتا ہے۔ اَب اگر یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تو اُس کے اِستعمال میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن وہ جانور جو شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو اُس میں فقہاء کا اِختلاف ہے۔ اِمام اَبو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اَور اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ اِس کو پاک قرار دیتے ہیں جبکہ اِمام اَبو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اَور اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ اِس کو ناپاک کہتے ہیں۔

یورپ اَور دُوسرے غیر اِسلامی ملکوں سے جو پنیر آتا ہے اُس میں غیر مذبوح جانور کا اَنْفَحَۃُ اِستعمال ہونے کا احتمال غالب ہے اِس کے اِستعمال کی گنجائش ہے اگرچہ پرہیز بہتر ہے۔ اَلبتہ جس میں خنزیر سے حاصل کردہ اَنْفَحَۃُ اِستعمال ہو وہ قطعًا حرام اَور نجس ہے۔

2۔ خضاب کا اِستعمال :

مرد ہو یا عورت اُس کے لیے سیاہ خضاب کا اِستعمال جائز نہیں اَلبتہ اِس کے علاوہ اَور رنگ جائز ہیں خواہ وہ سیاہی مائل ہوں لیکن بالکل سیاہ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے، وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ ❁ ❁ ❁

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

خانقاہِ حامدیہ اَور رمضان المبارک :

اِس سال حضرت اَقدس سیّدی و مرشدی مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم نے مندرجہ ذیل دو حضرات کو خرقۂ خلافت و دَستار سے نوازا :

(۱) مولانا خلیل الرحمٰن صاحب بن محمد قاسم صاحب، ہلوکی ضلع لاہور (مدرس جامعہ مدنیہ جدید، برادر حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم)

(۲) مولانا جہانزیب صاحب بن نعیم خان صاحب، ضلع شانگلہ خیبر پختونخواہ (فاضل جامعہ مدنیہ جدید)

اللہ تعالیٰ اِن سلاسلِ طیبہ کے فیوض و برکات کو اَقوامِ عالم میں تا قیامت جاری و ساری فرما کر قبولیت سے نوازے اَور ہمیں اِن مشائخ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۲۷ رمضان المبارک بعد نمازِ ظہر خانقاہِ حامدیہ میں حضور اَقدس ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت بھی کروائی گئی۔ اللہ تعالیٰ اِس کی برکات سے متمتع فرمائے، آمین۔

☆

یکم شوال المکرّم/ ۳۱ اگست کو جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں عید الفطر کی نماز شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے پڑھائی۔

۱۱ شوال المکرّم/ ۱۰ ستمبر سے جامعہ مدنیہ جدید میں نئے تعلیمی سال کے داخلے شروع ہوئے اَور کثیر تعداد میں طلباء کی آمد شروع ہوگئی اَور اِسی روز سے تعلیم کا آغاز ہوا، والحمد للہ۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)